ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
38
www.tanzeem.org
4 تا 10 ذوالحجہ 1435ھ/ 30 ستمبر تا 6 اکتوبر 2014ء

عیدالاضحیٰ اور روح قربانی

قربانی کا حاصل کیا ہے؟ یہ کہ ہمارا معبود برحق ایک اللہ ہے۔ بندگی اُسی کا حق ہے۔ بقول اقبال

”وہی ذاتِ واحد عبادت کے لائق
زباں اور دل کی شہادت کے لائق“

یعنی اُس کے ساتھ کسی کو کسی بھی اعتبار سے شریک نہ ٹھہرائیں۔ ہماری قربانی اور نذر و نیاز بھی صرف اُسی کے لیے ہو۔ ہم صرف اُسی کے سامنے اپنے سر جھکائیں۔ اُسی کے دیئے گئے ضابطۂ حیات پر عمل کریں۔ اُسی کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرنے کا جذبہ پیدا کریں۔ ہم سب اہل ایمان کو چاہیے کہ جس وقت قربانی کے جانور پر چھری چلا رہے ہوں، ساتھ یہ بھی عزم کریں کہ اللہ کی خاطر اپنی نفسانی خواہشات کی بھی قربانی دیں گے، زمانے کے رواجات کو بھی اللہ کی شریعت کے مقابلے میں قربان کریں گے۔ دنیا کی رسوم بھی اگر اللہ کے حکم سے ٹکراتے ہیں تو انہیں بھی اُٹھا کر پھینک دیں گے۔ اللہ کی مرضی اور حکم ہی ہر حال میں مقدم ہوگا۔ اسی طرح اجتماعی سطح پر بھی عزم کیا جائے کہ ہم دنیاوی طاقتوں کی غلامی کو بھی اللہ کی وفاداری پر قربان کریں گے۔ امریکہ، ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کو خاطر میں نہیں لائیں گے اور ہر حال میں اللہ کے احکام اور اس کی شریعت کی منشا کو ترجیح دیں گے۔ جب توحید کو مانا ہے، جب ایک اللہ کی بندگی کا اقرار کیا ہے تو پھر کسی اور کے در پر جھکنا مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔ توحید تمام معبودان باطلہ کی نفی کا اعلان ہے۔ یہ غیر اللہ کی غلامی سے خواہ یہ غلامی کسی انسان کی ہو، کسی ریاست یا ادارے کی، آزادی کا مژدہ جانفزا ہے۔

حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ
امیر تنظیم اسلامی

اس شمارے میں

قصۂ آدم و ابلیس
قرآن کے حقوق اور امت کا رویہ
جبروتِ جبر ہارا ہے
حقوق انسانی کا چارٹر: خطبۂ حجۃ الوداع
سُرخ دھاگا پہننے کی حقیقت
سیلاب کی تباہ کاریاں ہمارا مقدر کیوں؟
سیلاب...... چند قابل توجہ امور
تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اللہ فوراً نہیں پکڑتا!

سورۃ النحل | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات 61 تا 63

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً
وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٦١﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ۭ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿٦٢﴾
تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٦٣﴾

آیت ۶۱ ﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ﴾ ’’اور اگر اللہ (فوراً) پکڑ کرتا لوگوں کی ان کے گناہوں کے سبب تو نہ چھوڑتا اس (زمین) پر کوئی بھی جاندار‘ لیکن وہ مہلت دیتا ہے انہیں ایک وقتِ معین تک۔‘‘

یہ اللہ کی خاص رحمت ہے کہ وہ لوگوں کے ظلم و معصیت کی پاداش میں فوری طور پر ان کی گرفت نہیں کرتا‘ بلکہ ڈھیل دے کر انہیں اصلاح کا پورا پورا موقع دیتا ہے۔

﴿فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٦١﴾﴾ ’’پھر جب ان کا وقت معین آ جائے گا تو نہ وہ اس سے ایک ساعت پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔‘‘

آیت ۶۲ ﴿وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ﴾ ’’اور وہ ٹھہراتے ہیں اللہ کے لیے جو وہ خود پسند نہیں کرتے‘‘

یعنی ان میں سے کوئی بھی خود بیٹی کا باپ بننا پسند نہیں کرتا‘ مگر اللہ کے ساتھ بیٹیاں منسوب کرتے ہوئے یہ لوگ ایسا کچھ نہیں سوچتے۔

﴿وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ۭ﴾ ’’اور ان کی زبانیں جھوٹ بیان کر رہی ہیں کہ ان کے لیے یقیناً بھلائی ہے۔‘‘

یہ لوگ اس زعم میں ہیں کہ دنیا میں انہیں عزت‘ دولت اور سرداری ملی ہوئی ہے‘ تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اللہ ان سے خوش ہے اور انہیں یہ خوش فہمی بھی ہے کہ اگر اس نے یہاں انہیں یہ سب کچھ دیا ہے تو آخرت میں بھی وہ ضرور انہیں اپنی نعمتوں سے نوازے گا۔ چنانچہ دنیا ہو یا آخرت ان کے لیے تو بھلائی ہی بھلائی ہے۔

﴿لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿٦٢﴾﴾ ’’اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کے لیے آگ ہے اور یہ کہ وہ بڑھائے جا رہے ہیں۔‘‘

دنیا میں ان کی رسی دراز کرنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اللہ کی نافرمانی میں جس حد تک جری ہو کر آگے بڑھ سکتے ہیں بڑھتے چلے جائیں۔ یہ ہرگز اس بات کی علامت نہیں ہے کہ اللہ اُن سے خوش ہے۔

آیت ۶۳ ﴿تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ﴾ ’’اللہ کی قسم! ہم نے بھیجا (اپنے رسولوںؑ کو) بہت سی اُمتوں کی طرف آپؐ سے پہلے‘ لیکن شیطان نے ان کے لیے اُن کے اعمال کو مزین کیے رکھا‘‘

شیطان کے بہکاوے کے سبب وہ لوگ اس خوش فہمی میں رہے کہ ان کا کلچر‘ ان کی تہذیب اور ان کی روایات سب سے اعلیٰ ہیں۔

﴿فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٦٣﴾﴾ ’’تو آج وہی ان کا ساتھی ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔‘‘

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادار یہ

مرزا ایوب بیگ

قصہ ٔ آدم وابلیس

قرآن حکیم میں قصہ ٔ آدم وابلیس سات مرتبہ آیا ہے۔ یہ معمولی بات نہیں ہے۔ اللہ رب العزت جو حکیم مطلق ہے اور انسان کا جیسا وہ خیر خواہ ہے کائنات میں اور کوئی نہ ہوگا۔ پھر یہ کہ انسان کی عظمت اور اللہ کی اُس سے محبت کا اندازہ کریں کہ وہ ابلیس کو غضبناک ہو کر خطاب فرماتا ہے کہ تجھے اُس کو سجدہ کرنے میں کیا عذر مانع ہوا جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا۔ اس قصہ کو بار بار دھرانے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں انسان کے لئے زبردست رہنمائی ہے۔ انسان کا ہیولہ تیار کرنے اور اُس میں اپنی روح میں سے پھونکنے کے بعد اللہ نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ انسان کو سجدہ کریں۔ قرآن پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ فرشتوں پر اپنے اس ارادے کا اظہار کر چکا تھا کہ وہ کھنکھناتی مٹی سے بنائے ہوئے انسان کو زمین میں اپنے خلیفہ کی حیثیت سے بھیج رہا ہے۔ اِس پر فرشتوں نے اس تحفظ کا اظہار کیا کہ وہ زمین میں خون خرابہ کرے گا جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ لہٰذا جب اُنہیں سجدہ کرنے کا حکم ہوا تو وہ بلا چوں وچراں آدم کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے سوائے ابلیس کے۔ گویا اُنہوں نے اپنے تحفظ کا اظہار تو کر دیا لیکن حکم پر حرف بہ حرف عمل کیا اور اپنے تحفظ کو بالائے طاق رکھ دیا۔

اسی نوعیت کا معاملہ آدم علیہ السلام کا بھی ہوا۔ اُنہیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ جنت میں جو چاہیں کھائیں پییں لیکن متنبہ فرما دیا کہ فلاں درخت کا پھل نہ کھائیں، اور قبل از وقت شیطان کی دشمنی سے بھی آگاہ کر دیا۔ لیکن شیطان اُنہیں ورغلانے میں کامیاب ہو گیا۔ پہلے انسانی جوڑے کو جونہی اپنی غلطی کا احساس ہوا وہ تائب ہوئے اور ایسے الفاظ میں معافی مانگی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اُسے درج کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لیا ”اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کھایا تو یقیناً ہم ہوں گے خسارہ پانے والوں میں۔“ یعنی عاجزی اور انکساری سے اپنی بھول پر رجوع کر لیا۔ لہٰذا اُنہیں معاف کر دیا گیا۔ جبکہ ابلیس لعین کا رویہ مکمل طور پر اس کی ضد تھا۔ اُس نے آدم کو سجدہ نہ کر کے نافرمانی کی اور معصیت کا ارتکاب کیا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے حکم عدولی پر پُرسش کی تو اعتراف جرم اور اظہار ندامت کی بجائے وہ بحث ودلیل میں پڑ گیا۔ کہا، خدایا مجھے تجھ نے آگ سے پیدا کیا اور انسان کو مٹی سے اور آگ، مٹی سے افضل ہے۔ یہ عذرِ گناہ تھا۔ یہ گناہ اور جرم پر اصرار تھا، یہ تکبر تھا۔ جس پر غضب الٰہی کا ظہور ہوا اور وہ راندۂ درگاہ ہو گیا۔ ابلیس کی شیطنت اور تکبر جاری رہا اور اُس نے اللہ سے قیامت تک کی مہلت مانگ لی، تاکہ وہ اپنے دشمن انسان کو گمراہ کرتا رہے۔ اللہ نے اُسے یہ مہلت عطا فرما دی، تاکہ اس سے بندوں کی آزمائش بھی ہو سکے۔

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

4 تا 10 ذوالحجہ 1435ھ — جلد 23
30 ستمبر تا 6 اکتوبر 2014ء — شمارہ 38

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------------ (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
”مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

یہاں ایک نکتہ کی وضاحت از حد ضروری ہے۔ ابلیس کا لغوی مطلب ہے مایوس شدہ۔ ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ابلیس تو اپنے کام یعنی بندوں کو گمراہ کرنے کے حوالے سے مایوس ہوتا ہی نہیں۔ کوئی شخص زہد وتقویٰ کی کتنی ہی منازل کیوں نہ طے کرلے۔ شیطان مایوس نہیں ہوتا، بلکہ ایسے متقی اور پرہیزگار پر زیادہ حملے کرتا ہے۔ دائیں بائیں آگے اور پیچھے سے آتا ہے اور ایسے ایسے وسوسے پیدا کردیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر انسان ان حملوں سے بچ ہی نہیں سکتا۔ تو پھر اُسے ایسا نام کیوں دیا گیا، جس کا مطلب ہو مایوس شدہ۔ وہ تو اپنی ناکامیوں پر مایوس ہوتا ہی نہیں بلکہ نئے نئے انداز سے حملہ آور ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اُس کی مایوسی اپنے حوالے سے ہے یعنی اُس کا راندۂ درگاہ ہونا حتمی اور قطعی ہے، کیونکہ اُسے یہ سزا انسان کی وجہ سے ملی۔ لہٰذا وہ انسان کا بدترین دشمن ہے ؏ ہم تو ڈوبے ہیں، صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔

اللہ رب العزت اپنی مقدس کتاب میں قصہ آدم وابلیس کو بار بار دہرا کر انسان کو یاد دلاتا ہے کہ تمہیں آدم کا راستہ اختیار کرنا ہے، غلطی اور خطا کے تم پتلے ہو، لہٰذا میرا غضب محض تمہاری خطا پر نہ بھڑکے گا، ہاں تم سنبھلو، رجوع کرو اور معافی کے طلب گار بنو، میں غفور ورحیم بھی ہوں، کریم اور توّاب بھی ہوں۔ لیکن اگر تم نے ابلیس کی پیروی کی، اُس جیسا رویہ اختیار کیا، اپنے گناہ پر اصرار کیا اور ڈٹے رہے تو پھر تمہارا انجام بھی ابلیس کے ساتھ ہوگا۔ کیوں کہ ایسی روش اختیار کرنے والوں کے لیے میں جبار بھی ہوں، قہار بھی ہوں۔ اجتہادی خطا تو حضرت یونس علیہ السلام جیسے پیغمبر سے بھی ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں پکڑ کی لیکن جب انہوں نے مچھلی کے پیٹ سے پکارا (ترجمہ) ''تیرے سوا کوئی معبود نہیں، پاک ہے تیری ذات اور میں خطا واروں میں سے ہوں'' تو اللہ نے آپؑ کی توبہ قبول فرمائی اور مچھلی نے اُنہیں ساحل پر اُگل دیا۔ اللہ نے صحت عطا فرمائی اور آپؑ توانا ہوگئے۔

معاشرہ، قوم اور ملت افراد کے مجموعے کو کہتے ہیں۔ مسلمانانِ برصغیر نے اللہ سے وعدہ کرکے ایک خطۂ زمین حاصل کیا تھا کہ ہم پاکستان کے نام سے ایک اسلامی فلاحی ریاست بنائیں گے اور اسلام کے چہرے پر دورِ ملوکیت میں جو پردے پڑ گئے تھے، اُنہیں ہٹا کر اسلام کا حقیقی، بے داغ اور روشن چہرہ دنیا کو دکھائیں گے۔ لیکن قیامِ پاکستان کے بعد اہل پاکستان محض گفتار کے غازی ثابت ہوئے۔ اُن کے کردار اور افعال میں اسلام دور دور تک نظر نہ آیا۔ اُنہوں نے محض نعرہ بازی سے اللہ کو دھوکا دینے کی کوشش کی لیکن اس کا فیصلہ تو وہ پندرہ سو سال پہلے اپنی آخری مقدس کتاب میں سنا چکا تھا جو لوگ اللہ کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں حقیقت میں وہ صرف خود کو دھوکا دے رہے ہوتے ہیں۔ ہم اس دھوکا بازی میں سڑسٹھ سال گزار چکے ہیں۔ ہم اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی رجوع کرنے کی سنت کو اپنا نہیں رہے بلکہ اپنے بدترین دشمن ابلیس لعین کی طرح بحث وتمحیص، دلیل اور تاویل میں پڑ گئے ہیں۔ ہم نے کج روی اختیار کرلی۔

جب پاکستان چوبیس سال کا تھا تو اللہ نے اہل پاکستان کو جھنجھوڑا۔ ایک کوڑا اُن کی پیٹھ پر مارا۔ شاید کہ یہ سنبھل جائیں۔ لیکن اس کاری ضرب کے باوجود ہم نے لوٹنے سے اور صراطِ مستقیم پر آنے سے انکار کردیا۔ اپنی پرانی روش اور طور طریقے جاری رکھے۔ لہٰذا ہم پر ذلت ومسکنت مسلط ہونا شروع ہوگئی۔ ہم ایٹمی قوت ہیں لیکن خوف سے لرزتے رہتے ہیں۔ ہمارا ملک ایک زرعی ملک ہے۔ ہمارا پڑوسی دشمن ہماری آنکھوں کے سامنے ہماری زمینوں کی بنجر کررہا ہے لیکن ہم میں اس کا ہاتھ روکنے کی ہمت نہیں، لہٰذا ہم پر بھوک کا خوف بھی مسلط ہے۔ دین اسلام کو اپنی قومیت کی جڑ اور بنیاد تسلیم کرنے سے انکار کیا تو خلا پیدا ہوگیا، جسے صوبائی، علاقائی اور لسانی تعصب نے پُر کیا۔ قرآن وسنت سے دور ہوئے تو فتنوں نے سر اٹھایا۔ فرقہ واریت نے سوچ اور فکر میں زہر بھر دیا۔ عقل وفہم پر جوش اور دیوانگی غالب آگئی۔ ہم صبر وتحمل کا دامن چھوڑ بیٹھے اور ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگے۔ ہمارے سر کی آنکھیں موجود اور ظاہراً روشن ہیں لیکن ہمیں کچھ سجھائی نہیں دے رہا۔ اس لیے کہ دل کی آنکھیں اندھی ہو چکی ہیں۔ ہم باطنی بصیرت سے محروم ہو چکے ہیں۔ اس پس منظر میں کوئی جزوی اصلاحی کوشش ہماری ناؤ کو ڈوبنے سے بچا نہیں سکتی۔ کوئی احتجاج کوئی، مارچ یا محدود مطالبات پر دھرنا چھوٹی موٹی تبدیلیاں تو لا سکتا ہے، وقتی طور پر VIP کلچر پر اثر انداز تو ہوسکتا ہے لیکن ہمارے مسائل کلیتاً حل نہیں کرسکتا۔ اپنی نظریاتی بنیاد سے ہٹ کر پاکستان اپنے وجود کا جواز کھو چکا ہے اور یقین کیجیے، ہماری مٹھی سے ریت کی طرح کھسک رہا ہے۔

ابھی وقت ہے اس کو سنبھال لیں، اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی سنت کو اپناتے ہوئے رجوع کرلیں، ابلیس کو اپنا دشمن جانتے ہوئے اللہ کی پناہ حاصل کرلیں، اُس کی شرانگیزی سے صرف اللہ ہی بچا سکتا ہے۔ یاد رکھیں، گیا وقت ہاتھ آتا نہیں۔ آگے بڑھیں خود پر اسلام نافذ کریں اور معاشرے اور ریاست میں اسلام کے قیام کے لیے جدوجہد کریں۔ پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلام کا قلعہ بنا کر طاغوتی قوتوں کے خلاف ڈٹ جائیں۔ ہماری انفرادی اور اجتماعی سلامتی کا یہی ایک راستہ ہے۔

☆☆☆

قرآن کے حقوق اور اُمت کا رویہ

سورۃ الجمعہ کی آیات 5 تا 8 کا مطالعہ

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 19 ستمبر 2014ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبۂ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

حضرات محترم! سورۃ الجمعہ کی ابتدائی چار آیات ہم پڑھ چکے ہیں۔ پانچویں آیت کا بھی ترجمہ ہو گیا تھا لیکن اس کی تفصیل ابھی باقی ہے۔ پانچوں آیت کا آغاز ہو رہا ہے۔

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا﴾

''جن لوگوں (کے سر) پر تورات لدوائی گئی پھر انہوں نے اس (کے بار تعمیل) کو نہ اُٹھایا ان کی مثال گدھے کی سی ہے جس پر بڑی بڑی کتابیں لدی ہوں۔''

اب پچھلی آیات کے ساتھ اس کا کیا ربط و تعلق ہے میں چاہوں گا کہ اِسے چند جملوں میں واضح کر دیا جائے۔ قرآن مجید انتہائی مربوط کلام ہے۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ آیات کا آپس میں کیا ربط ہے، ذہن پر زور ڈالنا پڑتا ہے۔ قرآن اسے تدبر کہتا ہے۔ یوں تو ہر آیت اپنی جگہ ہدایت کا ایک خزانہ ہے۔ لیکن جب اس کا ربط واضح ہوتا ہے تو اس میں حکمت کے بہت سے نئے پہلو آشکارا ہوتے ہیں۔ پچھلی آیت میں بات ہو رہی تھی کہ حضور ﷺ نے اپنے صحابہؓ کی تربیت قرآن کے ذریعے کی ﴿يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (الجمعہ:2) یہ تربیت اور تیاری کے مراحل ہیں، جیسا کہ اقبال کہتے ہیں: ''بانشۂ درویشی درساز و دمادم زن'' پہلے درویشی والا رنگ اور مزاج پیدا کرنا ہوگا۔ یعنی قرآنی تعلیمات کے ذریعے سوچ کو بدلنا ہوگا۔ اس کے لئے آلۂ انقلاب قرآن ہے۔ یہ چار کام آپؐ نے کیے اور ایک عظیم انقلابی جماعت تیار کی جس کے ذریعے وہ انقلاب آیا جس نے زندگی کے ہر گوشے کو بدل دیا۔ زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے کہ جو اس سے متاثر نہ ہوا ہو۔ وہ جماعت آپؐ نے قرآن کے ذریعے تیار کی۔ آپؐ معلم اور مزکی ہیں۔ آپؐ کی دعوت کا مرکز و محور قرآن ہے۔ اسی حوالے سے اگلی آیت میں یہ بات آ رہی ہے کہ سابقہ اُمت کو بھی ہم نے ایک کتاب یعنی تورات عطا کی تھی جس میں شریعت بھی تھی۔ سورۃ المائدۃ میں ہے: ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ﴾ (آیت:44) ''بیشک ہم نے تورات نازل فرمائی جس میں ہدایت اور روشنی ہے۔'' اگرچہ کامل اور جامع ترین ہدایت قرآن ہے، لیکن تورات بھی اللہ کی کتاب تھی جو سابق اُمت (بنی اسرائیل) کو عطا ہوئی تھی۔ اس کتاب میں ان کو شریعت دی گئی تھی۔ انہیں بھی حکم یہی تھا کہ وہ اس شریعت کو اپنے علاقے میں نافذ اور قائم کریں۔ سابقہ نبی اور رسول اپنی اپنی قوم کے لئے آئے تھے۔ ان کا مشن عالمی نہیں، مقامی تھا۔

مرتب: فرقان دانش

آنحضور ﷺ کا مشن آفاقی ہے۔ آپؐ کی بعثت خصوصی اگرچہ عرب کے لئے ہے، تاہم بعثتِ عمومی پوری نوع انسانی کے لئے ہے۔ آپؐ کو جو کتاب دی گئی وہ بھی قیامت تک کے لئے اور پوری انسانیت کے لئے رہنمائی ہے۔ اسی انقلابی کتاب سے سوچ بھی بدلتی ہے۔ اسی سے تزکیہ بھی ہوتا ہے۔ اسی سے حزب اللہ پر باطل کا کوڑا برستا ہے۔ اسی کے ذریعے آپؐ نے باطل نظام کو درہم برہم کر کے دین حق کو قائم کر دیا۔ تورات بھی اہل کتاب کو اسی لئے دی گئی تھی، لیکن یہود نے اس کتاب کی ذمہ داریوں کو ادا نہیں کیا، اس کے تقاضوں کو پورا نہیں کیا۔ جو تعلق یہود کا اُس وقت تورات کے ساتھ تھا، وہ آج ہمارا قرآن کے ساتھ ہے۔ اللہ کی کتاب پوری اُمت کے لئے آئی ہے۔ جب کہ ہم کہہ دیتے ہیں کہ یہ کتاب تو صرف علماء پڑھیں گے، ہم نے تو دنیا کا علم پڑھنا ہے، تو ہمارا یہ عمل کتاب کی ذمہ داریوں سے اعراض کے مترادف ہے۔ بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے رجوع الی القرآن کی تحریک برپا کی۔ انہوں نے اپنے کتابچہ ''مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق'' میں واضح کیا تھا کہ اس نعمت کا حق ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے، اس نعمت پر اللہ کا شکر بجالانے کے لئے ہمیں کیا کرنا ہوگا۔ اگر اس کی ناشکری و ناقدری کی ہے تو گریبان پکڑا جائے گا۔ اگر اللہ کی کتاب کے حوالے سے ہم نے یہ کام نہ کیے تو ہم اسی طرح مجرم ہوں گے جیسے یہود کتاب تورات کی ذمہ داریوں کو ادا نہ کر کے مجرم ٹھہرے۔ اُن کی بابت یہاں فرمایا کہ اس قوم کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس پر عالمانہ کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہو۔ جو طرزِ عمل انہوں نے اللہ کی کتاب تورات کے ساتھ اختیار کیا تھا، وہی طرزِ عمل یہ اُمت اللہ کی اس کتاب یعنی قرآن کے ساتھ اپنائے ہوئے ہے۔ یہ مثال اس وقت اُمت مسلمہ پر فٹ آ رہی ہے۔ کرنا کیا ہے، یہ کہ اس کتاب کے ساتھ تعلق مضبوط کیا جائے۔ یہ کتاب صرف ایک انقلابی لٹریچر ہی نہیں ہے، حقیقی ایمان کا ذریعہ ہے۔ ہمارے اندر کمی ایمان کی ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ ہمارا ایمان مادے اور مادی وسائل پر ہے۔ یہ آج امت کا سب سے بڑا المیہ ہے۔ حقیقی ایمان پیدا ہو جائے تو بندہ کی کامیابی کے لئے وہی کافی ہوتا ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا﴾ (حم السجدۃ:30) ''جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار

اللہ ہے، پھر وہ (اس پر) قائم رہے۔'' یعنی رب مان لینے کے بعد اس پر استقامت اختیار کی۔ یعنی دل و جان سے یہ مان لیا کہ رب کا حکم سر آنکھوں پر۔ اب وفاداری صرف اور صرف اللہ سے ہو گی۔ یہ ایمان اگر پختہ ہو جائے تو یہ انسان دین کے لئے سب کچھ کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید منبع ایمان اور سرچشمہ یقین ہے۔ یہ ایمان اِسی سے حاصل ہو گا۔ ہم جتنا اسے پڑھیں گے، اس پر غور و فکر کریں گے، اتنا ہی ایمان ہمیں عطا ہو گا۔ قرآن ایمان کے حصول کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ اسی قرآن کے ذریعے اُمت میں مومنانہ کردار پیدا ہو گا۔ المیہ یہ ہے کہ ہم عملی طور پر اسلام سے بہت دور ہیں۔ ہماری سوچ یہ ہے کہ ہم بخشے بخشائے ہیں، مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہو گئے ہیں، اب جنت ہماری میراث ہے۔ لہٰذا جو دل چاہے کرو۔ یہ طرز فکر ایمان حقیقی کے منافی ہے۔ بہر کیف حقیقی ایمان قرآن ہی سے ملے گا اور اگر اس قرآن کے ساتھ تعلق کمزور ہو گیا تو اللہ کی نگاہ میں تارکین قرآن کی حیثیت اس گدھے کی سی ہو گی جس پر عالمانہ کتابوں کا بوجھ لاد دیا گیا ہو۔ ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ ہم کس مقام پر کھڑے ہیں۔ ہم اس قرآن کے بارے میں یہ تو کہیں گے کہ اللہ نے بہت عمدہ کتاب دی ہے۔ لیکن نہ اِس کے پڑھنے سمجھنے کے لئے تیار ہیں، نہ اس پر عمل کرنے کو آمادہ۔ جو مشن تھا اُمت کا، جس کی وجہ سے یہ خیر اُمت قرار دی گئی، اُسے بھلا دیا گیا۔ امت نے پوری دنیا کے سامنے وہ نمونہ قائم کرنا تھا جو آنحضور ﷺ اور صحابہؓ نے قائم کیا تھا، مگر وہ اِسے فراموش کر بیٹھی۔ اللہ کے رسول ﷺ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں ہے۔ اب کارِ رسالت کی ذمہ داری جو اللہ کے رسول اور نبی ادا کرتے تھے، اس اُمت کے ذمے ہے۔ ہمیں احساس ہی نہیں کہ یہ بھی کوئی ذمہ داری ہے۔ آج بچے کو یہی بتایا جاتا ہے کہ کامیابی کے لئے ''اعلیٰ تعلیم'' حاصل کرنی ہے۔ اور یہ ''اعلیٰ تعلیم'' وہ ہے جس کا قرآن سے، دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ آج ہم اپنے بچوں کو یہ نہیں بتاتے کہ تم اُمت مسلمہ کے فرد ہو، تمہارا مشن لوگوں پر حق کی گواہی دینا، دین کو غالب کرنا ہے۔ ہم یہ نہیں بتاتے اسلام کی حقیقت کیا ہے، مومن کا کردار کیا ہوتا ہے، مومن کسے کہتے ہیں۔ اس اعتبار سے اس آیت کا مصداق آج ہم ہیں۔ لہٰذا اس آیت کا سبق یہ ہے کہ امت کا اس قرآن کے ساتھ ایک مضبوط تعلق قائم کیا جائے تب ہی اسے مشن بھی یاد رہے گا، اس کے تقاضے بھی یاد رہیں گے، ایمان تازہ رہے گا۔ قرآن اعتصام بحبل اللہ کا حکم دیتا ہے، تمسک بالکتاب کی تعلیم دیتا ہے۔ تمسک کسی کے ساتھ چمٹ جانا ہے۔ اس اعتبار سے قرآن مجید کے مسلمانوں پر حقوق یہ ہوں گے کہ قرآن کی تلاوت کی جائے۔ یہ قرآن وہ کتاب نہیں ہے جو ایک دفعہ پڑھ لی اور اٹھا کر رکھ لی۔ جس کو عربی آتی ہے اس نے کچھ نہ کچھ مفہوم سمجھ بھی لیا اور پھر اٹھا کر رکھ دیا۔ نہیں بلکہ جیسے آپ کو زندہ رہنے کے لئے آکسیجن کی ضرورت ہے، اسی طرح ایمان کو قرآن سے آکسیجن ملنا ضروری ہے۔ لہٰذا ہمیں مسلسل قرآن کی تلاوت کرنی ہے۔ دیکھئے، قرآن مجید کو اللہ کے رسول ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ سے زیادہ سمجھنے والا کوئی نہیں تھا۔ صحابہؓ میں سے اکثر کا معمول، خاص طور پر ابتدائی دور میں یہ تھا کہ ایک ہفتے میں پورے قرآن کی تلاوت نماز تہجد میں مکمل کیا کرتے تھے، اور رمضان میں معمول اس سے بھی بڑھ کر ہوتا تھا۔ ہم تو رمضان میں قرآن ایک دفعہ ہی سن لیں تو سمجھتے ہیں کہ کافی ہے۔ جبکہ صحابہؓ کا جو معمول تھا، وہ روزانہ ساڑھے چار پارے اوسط بنتی ہے۔ آنحضور ﷺ کو حکم ہوا کہ آدھی رات یا اس سے کچھ زائد یا اس سے کچھ کم کھڑے رہیں اور کھڑے ہو کر قرآن پڑھیں۔ آپؐ رات کی نماز میں زیادہ سے زیادہ قرآن پڑھتے۔ ایسا بھی ہوا کہ ایک ہی رکعت میں سورۃ البقرۃ بھی پڑھی ہے، سورۃ آل عمران اور سورۃ النساء بھی پڑھ ڈالی۔ اندازہ کیجئے، وہ ایک رکعت کتنی لمبی ہو گی۔ یہ ہے قرآن کے ساتھ جڑنے کا معاملہ۔ صحابہؓ جو سب سے زیادہ قرآن کو سمجھنے والے تھے، ان کا معمول میں نے آپ کو بتا دیا۔ اعتصام بالقرآن کے یہ تقاضے ہیں۔ پڑھیں اس یقین کے ساتھ کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ عربی سیکھ لیں تو کیا

پریس ریلیز 26 ستمبر 2014

امریکا ابتدا میں داعش کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی نہ کر کے قیام خلافت کے خواہاں لوگوں کو عراق میں مجتمع کرنا چاہتا تھا

عرب ممالک کے تعاون سے داعش کے خلاف امریکا و یورپ کی یلغار کا مقصد خلافت کا راستہ روکنا ہے

مسلمان قیام خلافت کے لئے اکٹھے ہو جائیں، تاکہ امت ایک مضبوط قوت بن کر اُبھرے

حافظ عاکف سعید

عالم اسلام کے نامور علماء نے داعش کے بارے میں اچھی رائے نہیں دی۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطبہ جُمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آغاز میں داعش کے راستے میں کوئی رکاوٹ کھڑی نہ کرنا اور اُسے زیادہ سے زیادہ علاقے فتح کرنے دینا امریکی سٹریٹجی کا حصہ تھا۔ امریکہ چاہتا تھا کہ عالم اسلام میں سے وہ لوگ جو نظام خلافت کے قیام کے خواہاں ہیں وہ مجتمع ہو جائیں تو پھر اُن پر حملہ کر کے اُنہیں ختم کیا جائے کیونکہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے نظام خلافت کے قیام کے خواہش مند مجاہدوں کو ہلاک کرنا بہت مشکل ہو گا۔ اُنہوں نے کہا کہ امریکہ نے تمام یورپ اور عرب ممالک کو ساتھ ملا کر 54 ممالک کی کولیشن بنائی ہے جو داعش پر حملہ آور ہے۔ اس جنگ کے تمام اخراجات عرب ممالک اٹھا رہے ہیں۔ گویا مسلمانوں کی دولت سے خریدے ہوئے اسلحہ اور بارود سے مسلمانوں ہی کو ہلاک کیا جائے گا۔ اُنہوں نے کہا کہ عالم اسلام کی حالت قابل رحم ہے اور اُن کا ایک متحدہ قوت کی حیثیت سے طاغوتی قوتوں کے خلاف ڈٹ جانا ایک خواب بن گیا ہے۔ انہوں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرے وہ حقیقی نظام خلافت قائم کریں تاکہ امت مسلمہ ایک مضبوط قوت بن کر ابھرے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

کہئے، اگر نہیں تو ترجمہ بھی ساتھ ساتھ پڑھنا ہے۔اس کو بھی معمول بنائیں۔ یہ کتاب ہدایت ہے۔کوئی ہدایت نامہ ہمیں دے کہ اس کے مطابق عمل کرو، اور ہمیں پڑھنا نہ آتا ہو تو کیا ہم اس کو تبرک سمجھ کر جیب میں ڈال لیں گے۔ ظاہر ہے ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اِسے دوسروں سے سمجھنے کی کوشش کریں گے، ہدایت ایسے نہیں حاصل ہوتی، بلکہ اس کو سمجھنا ہوگا۔ سمجھنا تو بہت دور اب تو قرآن کا ایک ہی مصرف رہ گیا ہے کہ مرتے ہوئے کسی کو یٰسین پڑھ کر سنا دی جائے۔ ایک اور مصرف ہم نے تلاش کرلیا کہ موت کے تیسرے دن قرآن خوانی بھی ہوگی۔ لیکن یہ بھی مردے کے لئے ہے، زندوں کے لئے نہیں ہے۔ اقبال کہتے ہیں ''قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلماں'' قرآن حکمت کا بہت بڑا خزانہ ہے۔ اور قرآن کتاب ہدایت ہے تو اگلی ذمہ داری یہ ہے کہ اس ہدایت پر عمل کیا جائے۔ مان رہے ہیں کہ یہ رب ارض وسماوات کی کتاب ہے۔ یہ ہمارے لئے رب کا پیغام ہے۔ پھر اس ماننے کا تقاضا ہے اُس کی ہدایت کے مطابق عمل کرو۔ ﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ﴾ (انعام:155) ''اور یہ کتاب بھی ہم نے اُتاری ہے برکت والی۔ تو اس کی پیروی کرو'' اس کے مطابق زندگی گزارو۔ تمہارے اجتماعی اور انفرادی تمام مسائل کا حل اسی کتاب میں موجود ہے۔ یہ ہے تمسک بالکتاب۔ اس کے علاوہ ایک ذمہ داری جو پہلے اہل کتاب پر نہیں تھی وہ بھی ہم پر ہے، جس وجہ سے ہم خیر اُمت ہیں۔ وہ یہ کہ اللہ کا یہ پیغام ہمیں پوری نوع انسانی تک پہنچانا ہے۔ بدقسمتی سے آج سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ خود مسلمانوں کو قرآن پہنچایا جائے۔ یہی کام ہے جو اللہ تعالیٰ نے الحمد للہ والد محترم سے لیا ہے۔ بہر حال آج سب سے پہلی ضرورت یہ ہے کہ قرآن کا پیغام اُمت کو، مسلمانوں کو پہنچایا جائے۔

کتاب کے حقوق ادا نہ کرنے پر اللہ نے آگے فرمایا:

﴿بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (۵)﴾

''جو لوگ اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں ان کی مثال بُری ہے۔ اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اس میں کوئی شک نہیں یہ مثال اس قوم پر صادق آتی ہے جس نے اللہ کی آیات کی تکذیب کی۔ ہم زبان سے تو نہیں البتہ عمل سے تکذیب کر رہے ہیں۔ ہم اس کتاب سے ہدایت حاصل کرنے کے لئے تیار نہیں، اس کو اپنی زندگی کا دستور اور امام بنانے کے لئے تیار نہیں۔

اگلی آیت میں آپ دیکھیں تو بظاہر لگتا ہے کہ مضمون کے ساتھ کوئی ربط نہیں ہے۔ لیکن حقیقتاً بڑا گہرا ربط ہے۔

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَاۗءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (٦)﴾

''کہہ دو کہ اے یہود اگر تم کو یہ دعویٰ ہو کہ تم ہی اللہ کے دوست ہو اور لوگ نہیں، تو اگر سچے ہو تو (ذرا) موت کی آرزو تو کرو۔''

یہود کا دعویٰ یہ تھا کہ ﴿نَحْنُ اَبْنٰۗؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّاۗؤُهٗ ۭ﴾ (المائدہ:18) ''ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔'' یعنی ہم اللہ کے بڑے لاڈلے اور چہیتے ہیں، ہم نسل در نسل انبیاء کی اولاد ہیں۔ ہمارے اندر اتنے نبی اور رسول آئے اور ہمیں اتنی کتابیں ملی ہیں۔ تو ہمارا ایک خصوصی مقام ہے۔ اسی مقام کا تقاضا یہ ہے کہ جنت ہماری میراث ہے۔ ہم بخشے بخشائے ہیں۔ قرآن نے ان چیزوں کو بڑا واضح کیا ہے اور ان کی مذمت کی ہے، تاکہ کہیں ہم بھی یہود کی راہ پر نہ چل پڑیں اور یہ سوچ ہمارے اندر پروان نہ چڑھ جائے کہ ہم تو بخشے بخشائے ہیں۔ لیکن ہوا وہی ہے۔ اس بات کی خبر حضور ﷺ نے دے دی تھی کہ میری اُمت وہ سب کچھ کرے گی جو یہود نے کیا تھا یعنی امت مسلمہ ان تمام گمراہیوں میں مبتلا ہوگی جن میں یہود مبتلا ہوئے۔ بہر حال یہاں ان کے دعوے کو جھٹلانے کے لئے فرمایا جا رہا ہے کہ اگر تم اللہ کے بڑے لاڈلے اور چہیتے ہو تو پھر ایک لٹمس ٹیسٹ ہے، پھر تمہیں موت کی تمنا کرنی چاہیے، تاکہ جلد سے جلد اس محبوب حقیقی سے جا ملو۔ دنیا میں تو مصائب، مشکلات، آزمائش، تکلیفیں اور رکاوٹیں ہیں۔ اگر تم چہیتے ہو تو پھر یہاں سے نکل کر وہاں ابدی راحت تک پہنچو۔ لہٰذا موت کی تمنا کرو۔ یہی لٹمس ٹیسٹ ہمارے لئے بھی ہے۔ اللہ کو پتہ تھا کہ یہ ایسا نہیں کریں گے۔ لہٰذا دوٹوک انداز میں اگلی آیت میں فرمادیا:

﴿وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ (۷)﴾

''اور یہ ان (اعمال) کے سبب جو کر چکے ہیں ہرگز اس کی آرزو نہیں کریں گے اور اللہ ظالموں سے خوب واقف ہے۔''

ان کے دل میں چور ہے، یہ دنیا کی محبت میں سب سے آگے ہیں۔ یہ ہرگز موت کی تمنا نہیں کریں گے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب حقیقی ایمان اندر نہ رہے تو مسلمان کے لئے دنیا ہی سب کچھ بن جاتی ہے۔ پھر وہ دوسروں کے مقابلے میں دنیا کا زیادہ حریص ہو جاتا ہے اور رسوائی اور پستی اُس کا مقدر ہوتی ہے۔ آج ہم بھی اسی مقام پر کھڑے ہیں۔ اس کی خبر دی تھی محمد رسول اللہ ﷺ نے۔ آپؐ نے فرمایا ایک وقت آئے گا اقوام عالم تم پر ایک دوسرے کو دعوت دیں گی جیسے دستر خوان پر کھانا لگنے کے بعد مہمانوں سے کہا جاتا ہے کہ آیئے تناول فرمایئے۔ صحابہؓ نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا ہماری تعداد اتنی کم ہو جائے گی (کہ ہم بے بس ہو جائیں گے۔) فرمایا: نہیں تعداد تو بہت ہوگی لیکن عالم کے دلوں سے اللہ تعالیٰ تمہاری ہیبت اور رعب نکال دے گا۔ تمہارے اندر وھن پیدا ہو جائے گی۔ وھن دنیا کی محبت اور موت سے فرار ہے۔ مومن تو چاہے گا کہ مجھے دنیا کی زندگی سے چھٹکارا ملے اور شہادت کا مرتبہ حاصل ہو۔ دنیا کی محبت کی وجہ سے یہ زمین آسمان کا فرق واقع ہو چکا ہے کہ ہم اپنا مشن اور نصب العین بھول گئے۔ دنیا کی دوڑ میں اسی طرح آگے جا رہے ہیں جیسے کافر بھاگ دوڑ کر رہے ہیں۔ کوئی فرق نہیں ہے بلکہ حریص ان سے بھی زیادہ ہیں۔ بہر حال دنیا کی محبت کا لازمی نتیجہ موت سے فرار کی صورت میں نکلتا ہے۔

جب قرآن کے ساتھ تعلق کمزور پڑے گا تو ایمان کمزور ہو جائے گا اور ایمان کمزور ہوگا تو دنیا کی طرف رغبت بڑھے گی۔ اور دنیا سے رغبت بڑھے گی تو بزدلی پیدا ہوگی۔ یہی حال آج ہمارا ہے کہ ہم پونے دو ارب ہیں لیکن بے بس ہیں۔ آگے فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۸)﴾

''کہہ کہ موت جس سے تم گریز کرتے ہو وہ تو تمہارے سامنے آکر رہے گی پھر تم پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے (اللہ) کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر جو کچھ تم کرتے رہے ہو وہ تمہیں سب بتائے گا۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن مجید کے حقوق کی ادائی اور فکر آخرت عطا فرمائے اور حبِّ دنیا سے بچائے۔ (آمین)

☆☆☆

جبروت جبر ہارا ہے......

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

امریکا (ومغرب) میں نیوکونز (جدید صہیونی مسیحی جتھہ) کی 9/11 کے بعد مذہبی جنون کی جو لہر اٹھی تھی اب تیسرے مرحلے میں داخل ہوگئی ہے۔ پہلے افغانستان پر خون کا بدلہ لینے کا ڈھول پیٹ کر فوجیں اکٹھی کر کے ننگی جارحیت کا ارتکاب ہوا۔ پاکستان نے احکامِ قرآن، کلمہ، دو قومی نظریہ دریا برد کر کے اس صریح ظلم میں برادر مسلم ریاست کے خلاف امریکا کا ساتھ دیا۔ دوسرے مرحلے پر (افغانستان پر مسلم دنیا کی ہمنوائی اور ایٹمی پاکستان کی فدویت سے شہ پاکر) عراق پر مشہور عالم جھوٹ پر مبنی عام تباہی کے ہتھیاروں والی سینہ کوبی کر کے حملہ آور ہوا۔ لاکھوں مسلمانوں کا خون، عراقی کنوؤں کا تیل پی کر زخم چاٹتا جوتا کھا کر وہاں سے نکلا۔ اب امریکا نیٹو مرہم پٹی کروا کر، منہ بال سنوار کر تیسرے خون آشام حملے کے لیے تیار ہے۔ جان کیری مشرقِ وسطیٰ کے دورے پر یہ راہ ہموار فرما رہے ہیں۔ اوباما نے ستمبر کے دوسرے ہفتے میں صدارتی خطاب میں شام میں نئی جنگ کے آغاز کا اعلان کیا ہے۔ گویا قتل و غارتگری کا نیا باب اب شام میں کھلنے کو ہے۔

پہلے دونوں معرکوں میں عراق کے گرد و پیش مسلم ریاستوں نے اور افغانستان کے لیے پاکستان نے شاہ سے بڑھ کر شاہ کی وفاداری کے لیے جو بے مثل خدمات پیش کیں اس کے سراہے جانے کی خبریں مسلسل عالمی و مقامی اخبارات کی زینت بنتی ہیں۔ کیری مصر میں عرب لیگ کے نبیل العربی اور مصر کے غاصب وائسرائے السیسی سے ملاقات کرتے ہوئے شام میں کارروائی کے لیے وسیع تر اتحاد کے لیے گرم جوش مصافحے فرما رہے ہیں۔ کیری نے فرمایا مصر کا کردار بہت اہم ہے۔ مصر شدت پسندی کے خلاف (امریکا کی) جنگ میں فرنٹ لائن پر ہے۔ (افغانستان میں ہم فرنٹ لائن اتحادی ہیں)۔ عراق میں نئی، مضبوط تر کٹھ پتلی حکومت کے ساتھ معاملات طے ہو چکے۔ غیر اعلانیہ جنگ کے تحت 150 فضائی حملے کیے جا چکے ہیں۔ داعش کے بہانے سینکڑوں عسکری مشیر بھیجے جا چکے، شام پر باضابطہ دھاوے سے پہلے۔

خطۂ شام میں (صحاح ستہ میں موجود) احادیث کی رو سے بہت بڑی جنگ الملحمۃ الکبریٰ کا لڑا جانا مذکور ہے۔ انجیل اور تورات میں جس کے تذکرے موجود ہیں، عیسائیوں، یہودیوں کے ہاں یہ ہرمجدون کے نام سے معروف ہے۔ حدیث میں مذکور خطۂ شام، اصلاً شام، لبنان، اردن، فلسطین، اسرائیل پر محیط بلادُ الشام کہلاتا ہے۔ وہ احادیث جو دنیا بھر سے صاحبِ ایمان نوجوانوں کو پروانہ وار شام کی طرف لپکنے پر مجبور کر رہی ہیں۔ جس میں مغربی ممالک سے، گوروں کی سرزمین کی راحتیں، آسائشیں چھوڑ کر جانے والے سینکڑوں نوجوان بھی ہیں۔ یہ نیوکونز کی نیندیں حرام کیے دے رہے ہیں۔ یہ عالمی جنگ دو فریقوں کے درمیان 9/11 کے بعد سے منظر عام پر آ کر) دہک رہی ہے۔ آمدِ دجال کی تیاری میں دن رات ایک کرنے والے صہیونی مسیحی یہودی جتھے اور آمدِ مہدی و عیسیٰؑ کی تیاری میں بدر الثانی اور عظیم ترین، مشکل ترین معرکوں میں اترنے والے خالد بن ولیدؓ کے بیٹے۔ 50 صحابہؓ کے اجر اور اعلیٰ ترین شہادتوں کی تلاش میں سرگرداں خراسان اور اجناد الشام کی سرزمین کو اپنے خون سے سیراب کرنے والے شمعِ رسالت ﷺ کے پروانے!

کفر و ایمان کے اس طویل اور مشکل ترین معرکے میں ہمیشہ کی طرح جعفر و صادق کو بھی موجود ہونا تھا۔ سو السیسی، کرزئی کی مانند امریکی بارات میں عبداللہ عبداللہ دیوانوں جیسوں کی بھی فراوانی ہے۔ اس بارات کی نفری کیری نے امریکی سینٹ کی خارجہ امور کمیٹی میں 50 ممالک بتائی ہے۔ حدیث میں کفر کے 80 جھنڈے مذکور ہیں۔ کیری نے تفصیلات اقوام متحدہ کے جنرل اسمبلی اجلاس میں بتانی ہیں۔ ہم کہاں کھڑے ہیں......؟ اتنا تو واضح ہے کہ امریکا ہم سے بہت خوش ہے (اللہ راضی ہو نہ ہو!) بدر کی تلوار (عضب) والے آپریشن پر ہم پر داد و تحسین (اور ڈالروں) کے ڈونگرے برس رہے ہیں۔ پہلے اتحادی افواج کے افغانستان میں نئے کمانڈر نے فرمایا: امید ہے ضرب عضب جیسی کارروائیاں جاری رہیں گی۔ اب بہ نفس نفیس جنرل کیمپبل (ایساف کے کمانڈر) نے ہمارے آرمی چیف سے ملاقات کر کے باہمی دلچسپی کے امور میں ضرب عضب پر ہمارے کردار کو سراہا۔ جرمن وزیر خارجہ نے بھی ضرب عضب کے حوالے سے تبادلۂ خیال فرمایا اور (مغربی مفادات کے تحفظ کے لیے) پورے خطے میں پاکستان کے کلیدی کردار ادا کرنے کی امید ظاہر کی۔

یہ یقیناً لاینحل سوال ہے کہ بدری تلوار کے استعمال پر فرشتوں سے بڑھ کر شیاطین کیوں خوش اور مطمئن دکھائی دے رہے ہیں؟ بھارت کے خلاف جنگوں اور اپنے کشمیری بھائیوں کی آزادی کی کوششوں پر نہ امریکا نہ نیٹو اور نہ جرمنی، کوئی ہماری دادرسی کو نہ آیا۔ اب جب دنیا ایمان و کفر کے سب سے بڑے معرکے لڑنے جارہی ہے، مملکت خداداد پاکستان، امریکا (سب سے بڑا دجال چہ) کی آنکھوں کا تارا کیونکر بنے بیٹھی ہے؟ گریٹر اسرائیل کے راستے کی رکاوٹیں دور کرتا امریکا بظاہر لیبیا، عراق، یمن، مصر، غزہ کو زیر کر چکا ہے۔ خلیجی ریاستیں، مشرقِ وسطیٰ پکے پھل کی طرح اس کی جھولی میں پڑے اس کے مقاصد کی مکمل ہمنوائی کر رہے ہیں۔ ایٹمی پاکستان کی طرف سے تشویش دور کرنے کو اندرونی کوششیں کامیابی سے جاری ہیں۔ یہ مستحکم نہ ہونے پائے۔ پرویزی آسیب چھایا رہے تاکہ امریکی مفادات محفوظ رہیں۔

اسلام آباد میں اگرچہ سفارت خانے کے نام پر مضبوط امریکی چھاؤنی بھی موجود ہے، بلیک واٹر کے حاصل کردہ ریڈ زون میں مراکز قائم ہیں (عوام کا حافظہ کمزور ہے!) تاہم عمران، قادری تماشا، ہتھیلی کے پھپھولے بنا کر رکھا ہوا عدم استحکام کی ڈینگی کا درجہ رکھتا ہے۔ پوری مملکت بخار میں دہک رہی ہے۔ خود دونوں کٹھ پتلیاں بھی ہذیانی کیفیت میں ہیں۔ تاہم ان بیچاروں کو بھی ابھی یہاں سے ہٹنے کی اجازت نہیں۔ چھٹی نہیں مل رہی۔

(باقی صفحہ 13 پر)

حقوق انسانی کا حقیقی چارٹر: خطبہ حجۃ الوداع

محبوب الحق عاجز
mehboobtnoli@gmail.com

حقیقت شناس شاعر علامہ اقبال نے کہا تھا:۔

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو
آں کہ از خاکش بروید آرزو
یا ز نور مصطفےٰ او را بہاست
یا ہنوز اندر تلاش مصطفیٰ است

یعنی دنیا میں جو بھی سماجی و تمدنی انقلاب آیا، اُس میں جو بھی خیر وخوبی ہے، اس کی ساری چمک دمک اور روشنی یا تو نورِ مصطفےٰ ﷺ ہی سے مستعار اور ماخوذ ہے یا پھر انسانیت چار و ناچار حضور ﷺ کے لائے ہوئے نظام ہی کی طرف بڑھ رہی ہے۔ وہ دائیں بائیں کی ٹھوکریں اور افراط و تفریط کے دھکے کھا کر بالآخر وہیں پہنچے گی جہاں محمد رسول اللہ ﷺ نے اُسے پہنچایا تھا۔

نبی آخرالزماں، رسولِ اعظم، ہادیٔ عالم، حضور سرورِ کائنات ﷺ تمام جہانوں کے لئے رحمت بن کر تشریف لائے۔ آپؐ کی رحمۃ للعالمینی کا عظیم الشان مظہر آپؐ کا لایا ہوا دین ہے، جس کے سبب انسان کفر و شرک کی ظلمتوں سے نکل کر توحید و معرفت الٰہی کی روشنی سے بہرہ ور ہوا اور عدل و مساوات، احترامِ آدمیت اور وقار و مساواتِ انسانی کی قندیلیں روشن ہوئیں۔

آپؐ کا مشن اس دین کو ہر گوشۂ زندگی میں غالب کرنا تھا۔ قرآن حکیم میں آپؐ کا یہ مقصد بعثت تین مقامات پر "لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ" کے الفاظ سے واضح کیا گیا ہے۔ پیغمبر عالم ﷺ نے اپنی تیئس سال کی شبانہ روز مساعیٔ جمیلہ اور اللہ کی نصرت کے سہارے دینِ اسلام کو نہ صرف جزیرہ نما عرب کی حد تک غالب فرما دیا، بلکہ اس کی بیرون عرب تصدیر کا راستہ بھی کھول دیا۔ دین کے غلبہ اور اسلامی انقلاب کے بعد آپؐ نے 9 ذوالحجہ 10 ہجری (بمطابق 7 مارچ 623) کو حج کے موقع پر جبلِ رحمت کے دامن میں وقوف فرماتے ہوئے کم وبیش ایک لاکھ چوالیس ہزار افراد کے اجتماع کے سامنے ایک عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں اسلام کو جہانی ضابطۂ حیات، ایک کامل نظامِ زندگی اور جامع و اکمل دستورِ انسانیت کے طور پر پیش فرمایا۔ کتبِ سیر میں اس معرکہ آرا خطبہ نبویؐ کو حجۃ الوداع، حجۃ البلاغ اور حجۃ الاسلام کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ خطبہ زبانِ رسالت مآب کی اعجاز آفرینی کا نادر نمونہ ہے، جس میں دینِ اسلام کی تعلیمات کا خلاصہ، اسلامی دستورِ حیات کی بنیادوں، تمدن و معاشرت کے رہنما اصولوں اور سماجی و اقتصادی زندگی کی رفیع الشان الٰہیاتی اقدار کا احاطہ کیا گیا ہے۔ یہ درحقیقت ختم الرسل ﷺ کی زبانِ مبارک سے نوعِ انسانی کے نام اللہ کا آخری پیغام اور حقیقی عالمی منشور ہے۔ جس زمانے میں ہادیٔ عالم کی بعثت ہوئی، انسانیت ظلم و ناانصافی کی چکی میں پس رہی تھی۔ ادنیٰ و اعلیٰ، آقا و غلام کے طبقاتی امتیازات قیامتیں ڈھا رہے تھے۔ ایران، ہندوستان اور روم و عرب ہر جگہ عدم مساوات، اونچ نیچ، بغض و انتقام اور انانیت و شیطنت کے اژدھے انسانیت کو ڈس رہے تھے۔ تب تہذیب مغرب نے بھی آنکھ نہ کھولی تھی اور یورپ بھی تاریک دور سے گزر رہا تھا۔ ظلم و جبر کے اس قہر آلود ماحول میں پیغمبر انسانیت اور رسول عالم ﷺ نے انسانیت کو حیاتِ نو کا پیغام سنایا۔

آپؐ نے فرمایا: لوگو! تمہارا رب ایک ہے، تمہارا باپ ایک ہے، تم سب کے سب آدم کی اولاد ہو، اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ تم میں سے اللہ کے نزدیک معزز و محترم وہ ہے جو زیادہ تقویٰ شعار ہے۔ پس کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی برتری حاصل نہیں اور کسی کالے کو کسی سرخ پر اور کسی سرخ کو کسی کالے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، ہاں مگر تقویٰ کے سبب۔

پیغمبر انسانیت ﷺ نے اسی موقع پر اعلان فرمایا: لوگو! تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزت و آبرو، آپس میں ایک دوسرے پر حرام و محترم ہے (جس طرح یہ دن محترم ہے، یہ مہینہ محترم ہے) قیامت تک کے لئے۔

پھر کہا: دیکھو! میرے بعد کہیں گمراہ نہ ہو جانا کہ آپس ہی میں ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ اور پھر فرمایا: لوگو! میری بات سنو اور سمجھ لو! ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، اور ایک مومن دوسرے مومن کے لئے (آج کے دن کی طرح حرام و محترم ہے) کہ اس کا گوشت دوسرے (مومن) پر حرام ہے کہ اسے کھائے پیٹھ پیچھے، اس کی غیبت کر کے، اور اس کی آبرو بھی دوسرے (مومن) پر حرام ہے کہ اس پر ہاتھ ڈالے (اور اس کی قبائے عزت کو پھاڑ ڈالے) اور اس کا چہرہ بھی حرام ہے کہ اس پر مارے، اور اُسے اذیت پہنچانا بھی حرام ہے اور یہ بھی (حرام ہے) کہ اسے دھتکارے اور ذلیل و خوار کرے۔ آپؐ کا ارشادِ گرامی تھا: مجھ سے سن لو! تم زندگی گزارو (رہو، سہو، مگر اس طرح) کہ ظلم نہ کرنا، خبردار ظلم نہ کرنا، سنو ظلم نہ کرنا۔ یہ بھی فرمایا: پس آپس میں ایک دوسرے کی جانوں پر ظلم نہ کرنا۔ یہ بات بھی واضح فرمائی کہ ہاں مجرم اپنے جرم کا آپ ذمہ دار ہے۔ ہاں باپ کے جرم کا ذمہ دار بیٹا نہیں اور بیٹے کے جرم کا ذمہ دار باپ نہیں، اور بیٹے کے جرم کا جواب دہ باپ نہیں۔ یہ بھی فرمایا: لوگو! سنو اور اطاعت کرو! اگرچہ تم پر کوئی ایسا نک کٹا حبشی غلام ہی کیوں نہ امیر بنا دیا جائے، جو تم میں کتاب اللہ کو قائم کرے۔ آخر میں فرمایا: اور تم سب عنقریب رب ذوالجلال کے پاس جاؤ گے۔ پس وہ تم سے تمہارے اعمال کی بازپرس فرمائے گا۔

پیغمبر انسانیت ﷺ نے حجۃ الوادع میں جن بنیادی حقوق اور تحفظات کو معاشرے کی بقا و استحکام کے لئے لازم ٹھہرایا، اُن میں تحفظ جان، تحفظ مال و ملکیت، تحفظ عزت و آبرو، حق انصاف و مساوات اور فرق و امتیاز کے بغیر یکساں سلوک کا حق سرفہرست ہیں۔ ان حقوق و تحفظات پر مبنی عالمی منشور کا اجرا کسی سیاسی مصلحت، وقتی جذبے، کسی گروہی یا طبقاتی دباؤ کا نتیجہ نہ تھا، بلکہ اس کے پیچھے اسلام کی لازوال تعلیمات، قرآن حکیم کی ابدی و آفاقی ہدایات اور مدنی معاشرے کی زندہ و پائیدار روایات کی طاقت تھی۔ پھر یہ بھی ناقابل تردید حقیقت ہے کہ یہ منشور واعظانہ موشگافیوں، خیالی باتوں یا تجاویز و سفارشات کا آئینہ دار نہ تھا بلکہ دینِ الٰہی اور منشورِ انسانیت کا خاکہ تھا، جو دلوں کی آواز بن کر گونجا اور تمام نوعِ انسانی کے حقوق کے محافظ و نگراں کی حیثیت سے دنیا کے سامنے آیا۔ دنیا میں انسانی حقوق کے تحفظ کے حوالے سے میگنا کارٹا کو "منشور اعظم" قرار دیا جاتا ہے۔ مگر اہل نظر بخوبی جانتے ہیں کہ میگنا کارٹا کا اجرا تیرھویں صدی عیسوی (جون 1215) میں انگلستان کے بادشاہ جان نے خالصتاً سیاسی مصلحت کے تحت کیا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ امراء کی بغاوت کی آگ ٹھنڈی کی جائے۔ اس کے پیچھے عالمی انسانی بھلائی کا جذبہ کارفرما تھا۔ چنانچہ اسی منشور کی دفعہ 61 میں اس حقیقت سے

پردہ اُٹھاتے ہوئے کہا گیا ہے کہ منشور میں تمام آزادیاں اور مراعات اس تنازعے کو ختم کرنے کے لیے دی گئی ہیں جو بادشاہ اور امراء کے درمیان پیدا ہوا تھا۔ پروفیسر mekchine کے الفاظ میں یہ منشور دراصل امراء کی خود غرضی کی پیداوار تھا، اور اس میں ذاتی غرض کارفرما تھی نہ کہ دوسروں کی غرض یا قومی مفاد۔ میگنا کارٹا کے پانچ صدیاں بعد 1789 میں فرانس میں ''اعلان حقوق انسانی'' کا اجرا ہوا۔ اس کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ یہ پہلا اعلان تھا، جس نے حقوق و آزادی کا چراغ روشن کیا۔ اگر دیکھا جائے تو یہ اعلان بھی اُن تصورات اور مصالح کی پیداوار تھا، جس سے انقلاب فرانس نے جنم لیا تھا۔ حقوق انسانی کے حوالے سے تیسری اہم دستاویز وہ امریکی دستاویز ہے جو 1791ء کو جاری کی گئی۔ اس کا حال بھی کم و بیش فرانس کے اعلان حقوق انسانی جیسا ہے۔ 10 دسمبر 1948ء کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ''عالمی منشور حقوق انسانی'' کی منظوری دی، مگر اس کی حیثیت بھی سفارشات کی ہے۔ یہ اپنوں کی نادانی اور غیروں کی عیاری کا کمال ہے کہ دنیا میں حقوق انسانی کا سب سے پہلا منشور خطبۂ حجۃ الوداع کی بجائے میگنا کارٹا کو قرار دیا جاتا ہے۔ یہ دن کے اجالے میں خورشید جہاں تاب کو نہ ماننے والی بات ہے، ورنہ یہ لاریب حقیقت ہے کہ انسانی حقوق کے عالمی منشور کی پہلی اصل حقیقی اور منصفانہ دستاویز آپ کا خطبہ حجۃ الوداع ہے۔ حقوق انسانی کے اِس عالمی منشور کا نہ صرف چرچا میگنا کارٹا سے کئی صدیاں پہلے چاردانگ عالم میں ہو چکا تھا، بلکہ ان حقوق و تحفظات کا عملاً اطلاق بھی عہد نبویؐ سے ہوتا چلا آتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ بعد کے آنے والے منشورات حقوق انسانی میں جو بھی خیر و خوبی ہے، وہ پیغمبر اسلام ہی کے جاری کردہ منشور حقوق انسانی سے مستعار لی گئی ہے۔ آئندہ بھی دنیا میں جو خیر ظہور میں آئے گا وہ پیغمبر انسانیت کی روشن تعلیمات اور سرمدی احکام و فرامین ہی کی روشنی سے آئے گا۔ ان احکامات کی پیروی ہی سے دنیا میں عدل و مساوات کے پھول کھلیں گے اور امن چین کی خوشبو سے کرہ ارض معطر ہو گی۔
آیئے، یہ عہد کریں کہ۔

جو چلنا ہے محمد مصطفیٰؐ کے ساتھ چلنا ہے
ابد تک گونجنے والی صدا کے ساتھ چلنا ہے
چراغوں کی طرح جلنا ہے ان تاریک راہوں پر
نہ بجھنے کی قسم کھا کر ہوا کے ساتھ چلنا ہے

☆☆☆

سرخ دھاگا پہننے کی حقیقت

ابو معاذ

آج کل نوجوانوں میں بالخصوص اور جوانوں، بچوں اور بوڑھوں میں بالعموم ہاتھ کی کلائی میں سرخ دھاگا پہننے کا فیشن بڑھتا جارہا ہے۔ پوچھنے پر بتایا جاتا ہے یہ ہم فلاں مزار سے لائے ہیں اور برکت کے لئے یا مصائب اور مشکلات سے بچنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ کبھی یہ دھاگا کالا ہوتا ہے، کبھی اور دوسرے رنگوں اور شکلوں یعنی ربڑ کے چھلوں، لوہے کے کڑوں اور زنجیروں کی شکل میں ہوتا ہے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ ہم جس دین کے پیروکار ہیں وہ مکمل بھی ہے اور انسان کی عین فطرت کے مطابق بھی۔ اس پر چلنے کے لئے ہمارے لیے رہنمائی اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید اور اُسوہ محمدیﷺ میں ہے۔ لیکن یہ ہماری غفلت اور لاپروائی ہے کہ ہم قرآن و سنت سے زندگی کے معاملات میں رہنمائی حاصل نہیں کرتے بلکہ زمانہ کے چلن کو سامنے رکھتے ہوئے زندگی گزارنا پسند کرتے ہیں اور دنیا کو ہی اپنا اصل مقام سمجھتے ہوئے اُس میں گم ہو کر رہ گئے ہیں۔ حالانکہ ہمارے ہادی و رہنما حضرت محمد مصطفیٰﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے کہ ''تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کی خواہش نفس (یعنی مرضی) اُس چیز کے تابع نہ ہو جائے جو میں لے کر آیا ہوں۔'' اب فیصلہ کر لیجیے کہ دین اسلام سے ہٹ کر جس طریقے کو بھی ہم اپنائیں گے وہ ہم کو مومن کے درجے سے نیچے گرا دے گا۔ پھر ہم نام کے مسلمان تو رہیں گے لیکن حقیقتاً ہمارا اسلام اور محمد عربیﷺ سے تعلق نہ رہے گا۔

آیئے، ان دھاگوں، کڑوں، زنجیروں اور ربڑ کے رنگ برنگے چھلوں کی حقیقت جانتے ہیں۔ سب سے پہلے عقیدے کے لحاظ سے دیکھئے، اللہ کے اذن کے بغیر کوئی شے نفع اور نقصان دینے والی نہیں ہے۔ اگر ساری دنیا مل کر کسی کو نقصان پہنچانا چاہے۔ تو نہیں پہنچا سکتی اگر اللہ نہ چاہے اور ساری دنیا مل کر کسی کو فائدہ پہنچانا چاہے تو نہیں پہنچا سکتی اگر اللہ نہ چاہے۔ اللہ ہی کے اختیار میں تمام بھلائیوں کو پہنچانا اور تمام نقصانات سے بچانا ہے کیونکہ وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔ اس لیے اس عقیدے کے ساتھ دھاگے باندھنا، کڑے پہننا، زنجیریں اور ربڑ کے چھلے استعمال کرنا کہ ان کے ذریعے کسی نقصان سے بچا جاسکتا ہے یا فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے یہ گمراہی اور جہالت ہے۔ بلکہ بعض فقہاء نے تو ان افعال کو کفر میں شمار کیا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ گردنوں میں اور ہاتھوں میں دھاگے باندھا کرتے تھے۔ ان دھاگوں کو رتیمہ کہا جاتا تھا، جس کا استعمال بعض فقہاء کے نزدیک کفر ہے۔

اگر یہ عمل فیشن اور آرائش کے طور پر کیا جائے تب بھی جائز نہیں۔ کیونکہ حدیث میں مرد کے لئے سونے اور لوہے کے کسی بھی زیور کو پہننا جائز نہیں قرار دیا گیا۔ البتہ چاندی کا استعمال جائز ہے اور وہ بھی صرف انگوٹھی کی حد تک۔ زنجیر پہننا جائز نہیں۔ اور اگر سرخ اور کالا دھاگا فیشن کے طور پر پہنا جائے تو اس میں عورتوں سے مشابہت کا عنصر پایا جاتا ہے۔ بننا سنورنا عورتوں کے زینت اختیار کرنے کے زمرے میں آتا ہے نہ کہ مردوں کے۔ اور عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر اللہ کے رسولﷺ نے لعنت فرمائی ہے (صحیح بخاری، کتاب اللباس باب المتشبھون بالنساء والمتشبھات بالرجال)

اسی طرح ہاتھوں اور پیروں میں کڑا پہننا بھی غیر مسلموں کا مذہبی شعار ہے اور غیر مسلموں کے مشابہت اختیار کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے (سنن ابوداؤد، کتاب اللباس) حالیہ تحقیق سے پتا چلا ہے کہ یہودیوں کے ہاں نظر بد سے بچنے اور برکت حاصل کرنے کے لئے کلائیوں پر سرخ دھاگا باندھنے کا رواج پایا جاتا ہے۔ اور ان کے مقدس مقامات پر سرخ دھاگے بیچے بھی جاتے ہیں۔ لہٰذا مسلمان نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے زیب و زینت اختیار کریں اور ہر رواج کو قبول کرنے کا مزاج بدلیں، کیونکہ آپ کا مقام یہ نہیں ہے کہ لوگوں کے رنگ میں رنگ جائیں بلکہ آپ کا مقام یہ ہے کہ دنیا آپ کو اپنا آئیڈیل بنائے۔

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبّر بھی کیا تُو نے؟
وہ کیا گردوں تھا، تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا؟

سیلاب کی تباہ کاریاں ہمارا مقدر کیوں؟

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

مہمانانِ گرامی: ابراہیم مغل، ایوب بیگ مرزا، آصف حمید

میزبان: وسیم احمد

مرتب: محبوب الحق عاجز

سوال: سیلاب اور قدرتی آفات دوسرے ممالک میں بھی آتے ہیں، لیکن وہاں جانی و مالی نقصان ہماری نسبت بہت کم ہوتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

ابراہیم مغل: ہمارے ہاں 1952ء، 1973ء، 2010ء اور 2014ء میں بڑے بڑے سیلاب آئے ہیں۔ جب سے پاکستان بنا ہے ملک میں 17 مرتبہ سیلاب جبکہ تین مرتبہ خشک سالی آئی ہے۔ سیلاب وہاں آتا ہے جہاں بارشیں زیادہ ہوں یا جہاں برف پگھلے، اور بہت زیادہ پانی جمع ہو کر دریاؤں میں آجائے۔ اور وہی دریا جو بالآخر سمندر میں جا کر مل جاتے ہیں۔ ہمارا معاملہ یہ ہے کہ ہم نے دریاؤں کے پیندے میں آبادیاں بنائی ہوئی ہیں، جس کی وجہ سے پانی رک جاتا ہے۔ پھر یہ پانی بہت زیادہ تباہی پھیلاتا ہے۔ سیلاب کو کنٹرول کرنے کے لیے حکومت نے ارسا، پروونشل ایریگیشن ڈیپارٹمنٹ، فلڈ کمیشن وغیرہ جیسے تقریباً چھ ادارے بنائے ہیں، لیکن سیلاب کے وقت یہ ادارے کہاں تھے؟ ان کے چیفس پر تو 302 کا مقدمہ بننا چاہیے۔ حالیہ سیلاب سے تقریباً 40 ارب روپے کا نقصان ہو چکا ہے۔ جب آپ نے دریاؤں کو روکا اور پانی جمع ہو کر چھوٹا تو اس کی وجہ سے تقریباً ڈیڑھ لاکھ ایکڑ پر کھڑی کپاس تباہ ہو گئی، ڈیڑھ لاکھ ایکڑ پر چاول، 56 ہزار ایکڑ پر گنا، 20 ہزار ایکڑ پر پھل اور سبزیاں، 3000 مویشی، دو سے ڈھائی سو ٹریکٹر وغیرہ کا نقصان ہوا۔ تو سارا نقصان اور تباہی ان لوگوں کی بدانتظامی کا نتیجہ ہے۔ یہ بارشیں ہماری فصلوں کے لیے رحمت تھیں، ہماری بدانتظامی اور نااہلی نے اسے زحمت بنا دیا۔ آپ کالاباغ ڈیم نہ بناتے مگر داسو، بھونجی، اکھوڑی اور بھاشا ڈیم تو بنا دیتے۔ آپ نے یہ چھوٹے ڈیم کیوں نہیں بنائے۔ اِس سے آپ کو کس نے روکا تھا۔ آپ دس دس ملین ایکڑ کے نہ سہی پانچ پانچ ملین ایکڑ کے ہی ڈیم بنا دیتے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہمارے ادارے ڈیلیور نہیں کر پا رہے۔ ادارے صرف فنڈز کی خرد برد میں لگے ہوئے ہیں۔ ابھی حیدرآباد سندھ سے وفاقی حکومت کو خط آئے گا کہ ہمیں پچاس ارب دیں، کیونکہ سیلاب سے نقصان ہو گیا ہے۔ جب ڈیم بنانے کی بات ہوتی ہے تو پھر کہا جاتا ہے کہ کیا ہم ریت کے لیے ڈیم بنائیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا پچاس ارب کا نقصان ریت اور ہوا نے کیا یا پانی نے؟ ہم اس پانی کو روک کر جو ہمارے لیے زحمت بنا ہوا ہے، اس سے بہت فائدہ اٹھا سکتے ہیں، مگر اس کو ضائع کر کے اپنے پاؤں پہ کلہاڑی مارتے ہیں۔ بین الاقوامی ادارے کہتے ہیں کہ اگر آپ ایک ملین ایکڑ فٹ پانی سمندر کی نذر کریں تو یہ ایک ارب ڈالر کا نقصان ہے۔ اس وقت پانی کا جو طوفان آیا ہوا ہے اس سے 9 ملین ایکڑ فٹ پانی سمندر میں اترے گا۔ گویا ہمیں 9 ارب ڈالر کا نقصان پہنچے گا۔

سوال: انڈیا ایک دو سال بعد دریاؤں میں اضافی پانی چھوڑ کر پاکستان کو شدید جانی و مالی نقصان پہنچاتا ہے۔ ایسے حالات میں کیا اسے پاکستان کے ساتھ باقاعدہ جنگ کرنے کی ضرورت ہے؟

ایوب بیگ مرزا: آپ کی یہ بات درست ہے کہ انڈیا پانی چھوڑتا ہے، لیکن جیسا کہ ابراہیم مغل صاحب نے فرمایا کہ ہمیں پہلے اپنا گھر درست کرنا چاہیے۔ جب ہم اپنا گھر ہی درست نہیں کریں گے تو انڈیا تو ہمارا دشمن ہے، آپ دشمن سے بھلائی کی کیسے توقع رکھتے ہیں۔ اصل تشویشناک بات یہ ہوئی ہے کہ اس سیلاب پر انڈیا کے وزیراعظم نریندر مودی نے ہمارے وزیراعظم پاکستان کو خط لکھا ہے کہ ہم کشمیر میں سیلاب کے معاملے میں آپ کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔ ہندو کی چانکیہ ذہنیت ملاحظہ ہو کہ ایک طرف اُس نے خود پانی چھوڑا اور دوسری طرف مدد کرنا چاہتے ہیں۔ یہ تو بغل میں چھری اور منہ میں رام رام والی بات ہے۔ قابل غور امر یہ ہے کہ مودی نے خط میں مدد کی بات آزاد کشمیر کے حوالے سے کی ہے، اس لیے کہ وہ آزاد کشمیر کو بھی اپنا حصہ سمجھتا ہے۔ ہمارے وزیراعظم نے اِس کے جواب میں انہیں آم کی چالیس پیٹیاں بھیج دیں، ساتھ ایک خط لکھا جس میں اُن کا شکریہ ادا کیا۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ اس خط میں وہ صرف ایک جملہ یہ لکھ دیتے کہ ہمیں آپ کے پانی چھوڑنے پر تشویش ہے، تو اس سے پاکستانی عوام کی کچھ ترجمانی ہو جاتی۔ لیکن اب ہمارا حال یہ ہو چکا ہے کہ انڈیا کی ناراضی کے اندیشے سے ہم کشمیریوں کی قیادت سے ملنے سے بھی کتراتے ہیں۔ انڈیا پانی چھوڑ کر ہمارے مصائب میں اضافہ کرتا ہے لیکن ہم اُس کی آبی دہشت گردی سے چشم پوشی کرتے ہیں۔

سوال: پاکستان میں کسی بھی بڑے حادثے کے بعد تحقیقات ہوتی ہیں، یا عدالتی کمیشن بنتے ہیں۔ مگر کیا وجہ ہے کہ ان کی رپورٹوں پر عمل درآمد نہیں ہوتا۔ کیا اس کے بارے میں حکمرانوں سے پوچھنے والا کوئی نہیں؟

جواب: ہمارے ہاں کئی بار سیلاب آئے لیکن ہم ہر دفعہ کمیٹیاں ہی بناتے رہے۔ کمیٹیوں کی رپورٹیں آتی رہیں، مگر ہم ان رپورٹوں کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیتے رہے اور کسی پر عمل نہیں کیا۔ سیلاب سے تباہ کاری سے بچاؤ کا راستہ یہ ہے کہ سیلاب آنے سے پہلے ہم سیلابی پانی سے بچاؤ کے انتظامات کریں۔ 2010ء میں جب سیلاب آیا تھا تو فلڈ کمیشن کے سربراہ جسٹس منصور نے بڑی محنت سے ایک رپورٹ تیار کی تھی اور تمام وہ طریقے بتائے تھے کہ اگر آئندہ سیلاب آئے تو آپ مجوزہ طریقے اپنا کر سیلاب کے نقصانات کو کم سے کم کر سکتے ہیں۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم نے اس وقیع رپورٹ کو بھی درخور اعتنا نہ جانا اور نہ صرف ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا بلکہ رپورٹ ہی کو غلط قرار دے دیا۔

ابراہیم مغل: جسٹس منصور صاحب کا ذکر ہوا۔ وہ نہایت ہی قابل اور بہت عظیم انسان ہیں۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔ وہ ایک محبِ وطن انسان ہیں۔ ایسے محنتی اور لائق آدمی کی سفارشات پر بھی اگر آپ کو عمل نہیں کرنا تو پھر یہ آپ کی بدقسمتی ہے۔ دنیا میں سیلاب کی تباہ کاریوں کا حل صرف اور صرف ڈیم بتایا گیا ہے۔ یعنی بند باندھو اور پانی وقتی طور پر روک لو۔ پھر جہاں اس کی ضرورت پڑے استعمال کر لو۔ مگر ہم اس کے لئے تیار نہیں ہیں۔ دوسری

بات یہ کہ انڈیا ہمارا دشمن ہے۔ دشمن دشمنی نہیں کرے گا تو اور کیا کرے گا۔ اس سے آپ کیا توقع کرتے ہیں۔ پھر وہ مسلمان تو نہیں کہ دشمن کو بھی معاف کر دے۔ وہ مکار ہندو ہے۔ وہ پہلے پانی اکٹھا کر کے چھوڑتا ہے، پھر فون کرتا ہے کہ ہم آپ کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے پانی کی ایک جنگ لڑی ہے اور ہماری معیشت کو تباہ کیا ہے۔ تاہم ہمیں اپنی کوتاہیوں پر بھی نظر رکھنے اور اصلاح احوال کی ضرورت ہے۔ ہمیں ڈیم بنانے ہوں گے۔ بارشیں تو یورپ میں بھی بہت ہوتی ہیں۔ لیکن وہاں ایسی تباہی کبھی نہیں آئی۔ اس لئے کہ وہ بارش کے پانی کو کنٹرول کر کے استعمال کرتے ہیں۔ یہاں اس پانی کو سمندر میں پھینک دیا جاتا ہے۔ یہ ظلم عظیم ہے۔ تیسری چیز یہ ہے کہ آپ دریاؤں کے پیندے کلیئر رکھیں۔ اس کے علاوہ معلومات سیٹلائٹ سے لیں، ٹیلی میٹری سسٹم سے لیں، سارے پاکستان میں اس کو پھیلا دیں۔ آج آئی ٹی کا دور ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ یہ نقصان سیلاب نے کیا ہے۔ یہ نقصان سیلابوں، ڈیموں کو، دریاؤں کو کنٹرول کرنے والوں، اس کے وسیلے سے مال بنانے اور کینیڈا اور امریکہ میں فلیٹ خریدنے والوں نے کیا ہے۔ جب تک آپ انہیں پکڑیں گے اور ان کو سزا نہیں دیں گے اُس وقت تک آپ کا نقصان ہوتا رہے گا۔ اگر ان کو سزا دیں گے تو اگلے سال نقصان 1/10 بھی نہیں گا۔ اور نہ وزیر اعلیٰ صاحب کو سیلابی علاقے میں بھاگنے کی ضرورت پڑے گی۔

سوال: ابھی سیلاب اور آسمانی آفات کے حوالہ سے کرپشن کا ذکر ہوا۔ حال ہی میں پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں چودھری نثار اور چودھری اعتزاز احسن نے ایک دوسرے پر مالی کرپشن کے الزامات لگائے مگر پھر بعد میں کہا گیا کہ ہم نے درگزر کر کے جمہوریت کو بچا لیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ عوام کے کھائے ہوئے مال کا کیا بنا؟

ایوب بیگ مرزا : سیلاب کی تباہ کاریوں کے حوالے سے ایک بات کا اضافہ کر دوں پھر آپ کے سوال کی طرف آتا ہوں۔ چین نے ایک دفعہ ہمیں پیش کش کی تھی کہ ہم آپ کے پانچ دریا بالکل صاف کر دیتے ہیں۔ بات آگے بڑھ رہی تھی، مگر پھر صرف کمیشن پر آ کر رُک گئی۔ کرپشن کرنے والوں پر مغل صاحب 302 کی دفعہ لگانا چاہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس دنیا میں کوئی دفعہ لگتی نظر نہیں آ رہی، البتہ اگلے جہان میں 302 سے بھی بڑی دفعہ لے گی۔ ویسے بھی یہاں انھوں نے سزائے موت ہی ختم کر دی ہے تو یہاں کی سزائیں تو ان پر اثر انداز ہی نہیں ہوں گی۔ آخرت میں بہرحال حساب ہوگا۔ یہ کتنی ستم ظریفی ہے کہ ہمارے ہاں قانون کی بالادستی کے نعرے لگتے ہیں، مگر عملاً بالادستی ہوتی نہیں۔ جو لوگ کرپشن کرتے ہیں وہ مزید نوازے جاتے ہیں۔ جس سے کرپٹ لوگوں کی اور حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ جہاں تک پارلیمنٹ کے اس واقعہ کا تعلق ہے یہ بڑا حیران کن ہے۔ پارلیمنٹ ایوان بالا اور ایوان زیریں سے مل کر وجود میں آتی ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ پارلیمنٹ جمہوریت کی مسجد ہے۔ لیکن یہ کس قسم کی جمہوریت اور کیسی پارلیمنٹ ہے کہ جس کے بارے میں ن لیگ کے سوا سب کہہ رہے ہیں کہ یہ دھاندلی کے ذریعے وجود میں آئی ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہر طرف سے یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ ہمیں پارلیمنٹ کی بالادستی کے لیے اکٹھے ہونا پڑے گا۔ اگرچہ پارلیمنٹ موجودہ جمہوری نظام کی مسجد ہے، لیکن ہماری پارلیمنٹ مسجد ضرار ہے۔ عجیب بات ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ مسجد ضرار کو مضبوط کریں گے۔ چودھری نثار اور اعتزاز احسن دونوں ہی نے ایک دوسرے پر الزام لگائے کہ اُنہوں نے قوم کا مال کھایا ہے۔ اعتزاز احسن کے الزامات کے بعد کہا جا رہا تھا کہ چودھری نثار ایک بھرپور پریس کانفرنس کریں گے، جس میں اعتزاز احسن کے الزامات کا جواب دیں گے، مگر میاں نواز شریف نے چودھری نثار سے 3 گھنٹے کی طویل میٹنگ کر کے دونوں میں صلح کرا دی۔ گویا انھوں نے بتا دیا کہ اعزاز احسن نے جو کھایا وہ بھی ہضم اور جو ہم نے کھایا وہ بھی ہضم، درگزر کر دیجیے۔ ایسے ہی موقع کے لیے اُردو میں ایک خوبصورت محاورہ آتا ہے کہ ”حلوائی کی دوکان پر نانا جی کی فاتحہ!“ حیرت ہے کہ یہ لوگ قوم کا مال کھا گئے، اور پھر ایک دوسرے کو معاف کر دیا اور بات ختم ہوگئی۔ آج ہماری قوم اگر ٹیکس دینے سے گھبراتی ہے تو اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ وہ اپنے ذمہ داران اور حکمرانوں کو دیانتدار اور امین نہیں سمجھتی۔ عام آدمی یہ خیال کرتا ہے کہ ہمارے ٹیکسوں کی رقم حکمرانوں اور بیوروکریسی کی عیاشیوں پر خرچ ہوتی ہے۔ اس سے عوام کو فائدہ نہیں پہنچتا۔ لہٰذا ہم ٹیکس کیوں دیں۔ اگر عوام کو واقعتاً یقین ہو جائے کہ ہمارے پیسوں سے ترقیاتی کام ہوں گے تو ہماری ٹیکس جمع کرانے کی شرح بہت بڑھ جائے گی۔

سوال : مستقبل میں سیلاب کی تباہ کاریوں سے بچاؤ کے لیے آپ کے پاس کیا تجاویز ہیں؟

ابراہیم مغل : اریگیشن ڈیپارٹمنٹ ہر سال صفائی کے لیے پیسے لیتا ہے۔ یہ پیسہ کہاں چلا جاتا ہے۔ آپ کو اپنے بیراجوں کو mantain کرنا ہوگا۔ خواہ وہ سکھر بیراج ہو، گدو بیراج ہو، یا کوئی اور۔ تاکہ پانی دریاؤں سے آسانی سے گزر سکے اور باہر نہ آئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ٹیلی میٹری سسٹم سیٹلائیٹ کو استعمال کرنا ہوگا جو سیلاب سے کم از کم دس دن پہلے آپ لوگوں کو مطلع کر سکتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ دریاؤں کے اندر جو بیڈز ہیں جن میں آبادیاں بن گئی ہیں اُن کو واپس دریاؤں کی سطح پر لایا جائے۔ ڈیم بنائے جائیں خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے۔ تاکہ 30 ملین ایکڑ فٹ پانی بغیر مصرف کے یوں ہی سمندر میں نہ چلا جائے۔ آخری بات یہ ہے کہ سیلاب کے نام پر 5، 6 محکمے بن گئے ہیں۔ ایک دو اور بھی بن جائیں تب بھی سیلاب کی تباہی وہیں کی وہیں رہے گی۔ ان تمام محکموں کو ختم کر کے کوئی ایک فعال اور مؤثر محکمہ بنا دیں جو صحیح معنوں میں سیلاب پر قابو پانے کے لیے عملی طور پر اقدام اُٹھائے۔ اس محکمہ کا سربراہ قوم کو جواب دہ ہو۔ ویب سائیٹ پر اپنی انفارمیشن اپ لوڈ کرے۔ اگر قوم کبھی سمجھے کہ اس نے اپنا کردار ادا نہیں کیا تو اس کا محاسبہ کیا جا سکے۔ سیلاب حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں بھی آیا تھا۔ اللہ پاک جب ناراض ہوتا ہے تو پانی کو یا مچھر کو کوئی کردار دیتا ہے، تاکہ نافرمانوں کو سزا دے۔ لہٰذا ہمیں سیلاب سے عبرت بھی پکڑنی چاہیے۔

سوال : جب بھی ملک میں کوئی آفت آتی ہے تو دینی راہنما کہتے ہیں کہ یہ ہماری بداعمالیوں کا نتیجہ ہے۔ سیلاب سے بالعموم دیہی علاقے متاثر ہوتے ہیں۔ کیا ہمارے دیہاتی بھائیوں کے اعمال ہی بُرے ہیں، شہری لوگ فرشتے ہیں؟

آصف حمید : سیلاب عذاب الٰہی ہی کی ایک قسم ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”کہہ دو کہ وہ اس پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ تم پر اوپر کی طرف سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے عذاب بھیجے یا تمہیں فرقہ فرقہ کر دے اور ایک کو دوسرے (سے لڑا کر آپس) کی لڑائی کا مزا چکھا دے۔“ حق کی تکذیب پر اللہ کے عذاب پہلی قوموں پر آتے رہے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر عذاب آیا ہے۔ قوم شعیبؑ اور قوم لوطؑ پر عذاب آیا ہے۔ گزشتہ قوموں پر جو عذاب آیا وہ کسی ایک برائی کی وجہ سے آیا۔ آج ہماری قوم میں تو کم و بیش وہ تمام کے تمام گناہ موجود ہیں، اور ہم سمجھتے ہیں کہ ہم شاید عذاب کے مستحق نہیں ہیں۔ حالانکہ ہم عملاً عذاب کی لپیٹ میں آئے ہوئے ہیں۔ یہ جو

ہم آپس میں دست و گریباں ہیں اور ایک دوسرے کی گردنیں مار رہے ہیں، یہ کیا ہے؟ یہ عذاب ہی کی تو کریہہ صورت ہے۔ ہمیں دیکھنا چاہیے کہ جب پہلی قومیں کسی ایک برائی کی وجہ سے برباد کر دی گئیں، تو ہم پر عذاب کیوں نہ آئے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم حضرت محمد رسول اللہ کے امتی ہیں ہم پر عذاب استیصال نہ آئے گا کہ پوری امت تباہ ہو جائے۔ تاہم امت کے حصوں پر عذاب کی نفی نہیں کی گئی ہے۔ گناہوں اور نافرمانیوں پر عذاب اللہ کی سنت ہے اور اللہ کی سنت بدلا نہیں کرتی۔ یہود بھی یہ کہتے تھے کہ "ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔" اللہ تعالیٰ نے آگے سوال کر دیا کہ "(اگر ایسا ہے) یہ کیا کہ پھر وہ تمہاری بداعمالیوں کے سبب تمہیں عذاب کیوں دیتا ہے؟" قوموں پر عذاب گناہوں کے سبب آتے ہیں۔ آج ہمارے اندر نفاق پیدا ہو گیا ہے۔ باہمی نااتفاقی کے سبب ہم اس پانی کو سٹور کرنے کی صلاحیت اور اہلیت سے بھی عاری ہو گئے ہیں، قرآن مجید میں ایک اور جگہ آتا ہے کہ "اور ہم ان کو (قیامت کے) دن عذاب کے سوا عذاب دنیا کا بھی مزہ چکھائیں گے۔ شاید (ہماری طرف) لوٹ آئیں۔" ہم پر عذاب اُوپر تلے آتے جا رہے ہیں۔ ہمیں سوچنا چاہیے کہ عذابوں کا سبب کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہم نے اللہ کی نافرمانی کی ہے، انفرادی حیثیت میں بھی اور اجتماعی حیثیت میں بھی۔ سیلاب اور دیگر آفات اسی کا نتیجہ ہیں۔ پھر یہ کہ ہماری اعلیٰ انتظامیہ میں کرپٹ لوگ بیٹھے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ جیسے تمہارے اعمال ہوں گے ویسے ہی تمہارے حکمران ہوں گے۔ اِن لوگوں کے بدانتظامی کے سبب سیلاب کی تباہ کاریاں بڑھ جاتی ہیں۔

سوال: جب بھی سیلاب آتا ہے عملی اقدامات یا تو فوج کر رہی ہوتی ہے یا پھر جماعۃ الدعوۃ کے کارکن قربانیاں دے رہے ہوتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ انسانی حقوق کی نام نہاد علمبردار این جی اوز کہیں نظر نہیں آتیں۔

ایوب بیگ مرزا: اِس سے پہلے ایک سوال یہ کیا گیا تھا کہ یہ عذاب الٰہی غریب دیہاتیوں پر ہی کیوں آتا ہے؟ شہری اس سے کیوں بچے رہتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ عذاب کے انداز کا فرق ہے۔ شہری بھی عذاب میں مبتلا ہیں۔ دیہاتیوں اور غریبوں پر عذاب اس وقت آتا ہے جب سیلاب آئے۔ ہمارے شہری علاقوں میں یہ عذاب بدانتظامی، ٹارگٹ کلنگ اور بے خوابی کی صورت میں 24 گھنٹے مسلط رہتا ہے۔ آپ دیکھیں، ٹارگٹ کلنگ شہروں ہی میں ہو رہی ہے۔ اس میں دیہاتی شامل نہیں ہیں۔ خواب آور ادویہ کا استعمال شہروں میں ہو رہا ہے۔ دو دو لاکھ کے بیڈ پر بھی آدمی کو نیند نہ آئے تو یہ بھی عذاب کی ایک قسم ہے۔ آپ شہروں میں طلاق کی شرح دیکھ لیں۔ یہ سب انتشار اور عذاب کی نشانیاں ہیں۔ ہم ذہنی طور پر عذاب کی زد میں ہیں۔ ہم کسی طرح بھی چین میں نہیں ہیں۔ وہ باپ جو کرپشن سے کروڑوں کماتا ہے، اس کی اولاد اسی پیسے کے لیے عدالتوں میں ایک دوسرے سے لڑتی ہے۔ کیا یہ عذاب کی قسم نہیں ہے؟ تو شہروں میں عذاب اور نوعیت کا ہے اور دیہاتوں میں عذاب دوسری نوعیت کا ہے۔

آصف حمید: اصل بات یہ ہے کہ یہ دنیا دارالامتحان ہے، دارالجزا نہیں ہے۔ اگر یہاں کی ایلیٹ کلاس نے اپنی فیکٹریاں بچانے کے لیے سیلاب کا رُخ دیہاتیوں کی طرف پھیر دیا ہے تو یہ ضروری نہیں کہ ہر ظلم کا ازالہ عدل کامل دنیا میں ہو۔ عدل کامل کے لیے اللہ تعالیٰ نے دنیا کا جوڑا آخرت بنایا ہے۔ دنیا میں ہر انسان حالت امتحان میں ہے۔ یہاں مشکلیں بھی آتی ہیں اور آسانیاں بھی۔ لہٰذا ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ شہروں میں لوگ اچھے نہیں ہیں اور دیہاتوں میں لوگ نیک ہیں۔

ایوب بیگ مرزا: جہاں تک امدادی کارروائیوں کا تعلق ہے تو این جی اوز نے دوہرا معیار اپنا رکھا ہے۔ ہمارے ہاں کسی ہندو لڑکی سے کوئی زیادتی ہو جائے تو وہ شور سے آسمان سر پر اُٹھا لیتی ہیں، لیکن اگر ایک مسلمان راسخ العقیدہ ڈاکٹر لڑکی عافیہ صدیقی اُٹھالی جائے اور اسے امریکا سزا دے دے تو اس پر کوئی آواز نہیں اُٹھتی۔ اسی طرح اگر ہندوستان میں ہزاروں مسلمان جلا دیئے جائیں تو اس پر بھی کوئی این جی اوز صدا بلند نہیں کرتی۔ دراصل این جی اوز کا کام غیر ملکی طاقتوں کے مفادات کا تحفظ کرنا ہے۔ آپ نے بجا طور پر کہا کہ آفات میں کام فوج کرتی ہے یا پھر بعض رفاہی ادارے جیسے فلاحِ انسانیت فاؤنڈیشن، الخدمت وغیرہ۔ لیکن کوئی این جی اوز کام نہیں کرتی۔ حالانکہ یہ اس مد میں بیرونی ممالک سے کروڑوں روپے وصول کرتی ہیں۔ یہ سارا پیسہ اسلام کے خلاف استعمال ہوتا ہے۔

آصف حمید: ڈاکٹر عامر عزیز لاہور کے ایک معروف سرجن ہیں۔ نائن الیون کے بعد بہت سے ڈاکٹر حضرات افغانستان کام کرنے گئے تھے۔ ان میں یہ بھی شامل تھے۔ انھوں نے بتایا تھا کہ وہاں این جی اوز کا طریقہ واردات یہ تھا کہ اگر کوئی مجاہد طالبان زخمی ہو کر آجاتا اور اس کی انگلی زخمی ہوتی تو میڈیکل ایڈ کے نام پر اس کا پورا ہاتھ کاٹ دیتے تھے۔ اگر پاؤں زخمی ہوتا تو اس کی پوری ٹانگ کاٹ دی جاتی تھی۔ یہ این جی اوز دراصل غیروں کے مذموم مقاصد کے لیے کام کرتی ہیں۔ یہ لوگ یہود و ہنود کی منشا اور مرضی کے مطابق کام کرتے ہیں۔

بقیہ: کار تریاقی

وسیع تر تناظر میں دیکھیں تو کہانی سمجھ آجائے گی۔ یہ وہی لال مسجد، صوفی محمد، آمنہ جنجوعہ (سڑکوں پر گھسیٹی گئی، بیٹے کو کینٹ کے چوراہے پر برہنہ کیا گیا)، جبری لاپتگان، حراستی مراکز (عقوبت خانوں) سے آئے روز پھینکی جانے والی تشدد زدہ لاشوں والا پاکستان ہے؟ اب انسانی حقوق پر اتنا حساس، اتنا نرم ملائم حلوہ ہوا پڑا ہے کہ عمران خانی کمانڈو کہیں قیدیوں کی گاڑی کی ہوا نکالتے، پولیس پر پل پڑتے (گزشتہ معرکوں کے بعد)، تھانے پر کپتان حملہ آور ہو کر قیدی چھڑا کر لے جا رہے ہیں (بنوں جیل؟) لیکن ڈی آئی جی طاہر عالم فرماتے رہے: نہ ہم تھپڑ ماریں گے نہ ڈنڈا۔ فوج بھی تنبیہ کر چکی کہ طاقت استعمال نہیں کی جائے گی۔ ہم غیر جانبدار ہیں...... (مگر جامعہ حفصہ......اور......اور......؟) ہر طرف سے ان لاڈلے قانون شکن، دستور آئین شکن، رٹ شکن بلوائیوں کو پچکارا کیوں جا رہا ہے؟ بھئی ناچ گانا پارٹی ہے، نہ ڈاڑھی، نہ ٹوپی، نہ برقعہ! تھپڑ، ڈنڈے، طاقت، بارود نصیب دشمناں نصیب ٹوپیاں، نصیب ڈاڑھیاں...... یہ تو امریکا کینیڈا سرکار کے مہمان ہیں۔ گولڈ اسمتھ کی رعایا ہے۔ پولیس ڈنڈے تھپڑ لتر کھا سکتی ہے مار نہیں سکتی! نہ ہوئے قادری عمران سکاٹ لینڈ میں! ایک دھاندلی دھرنا اگر وہاں ہو جائے تو سکاٹ لینڈ کے سوکھے دھانوں پر پانی پڑ سکتا ہے۔ الطاف حسین بھی ہمارے 20 حصے بخرے کرنے پر تلے بیٹھے ہیں۔ نجانے سکاٹ لینڈیوں کی مدد کو کیوں نہ پہنچے! تکلف برطرف حق تو یہی ہے کہ۔

بساطِ دہر پہ جب بھی ہوئی ہے رزم بپا
ثبات صبر سے جبروت جبر ہارا ہے
سنو، تمہارے قلم کی جو سر سراہٹ ہے
وہ سیلِ وقت کی آمد کی ایک آہٹ ہے

سیلاب...... چند قابل توجہ امور

مولانا محمد حنیف جالندھری

پاکستانی قوم پے در پے عذابوں اور آزمائشوں سے گزرنے والی قوم ہے۔ ہماری قوم ابھی ایک مشکل کا دریا عبور نہیں کر پاتی کہ کسی نئے دریا کا سامنا ہوتا ہے۔ تازہ ترین صورتحال ہی دیکھ لیجیے کہ پاکستانی قوم ابھی سیاسی کشمکش اور دھرنوں کی سولی پر لٹکی ہوئی تھی کہ اسی اثناء میں سیلاب کی شکل میں ایک نئی آزمائش سے دوچار ہونا پڑا۔ اس سیلاب کے نتیجے میں ملک کے مختلف حصوں میں بدترین تباہی ہوئی۔ گھروں کے گھر اجڑ گئے۔ لوگوں کی زندگی بھر کی جمع پونجی سیلاب کی نذر ہوگئی۔ گھروں کی چھتیں گرنے سے خاندانوں کے خاندان ملبے تلے دب کر رہ گئے۔ کئی عورتیں بیوہ ہوئیں، بچے یتیم ہوئے، پوری پوری بستیاں زیرآب آگئیں۔

اس صورتحال میں ہر درد دل رکھنے والا پاکستانی فکرمند اور دعاگو ہے۔ ایسے میں ضرورت اس امر کی ہے کہ چند ایسی چیزوں کی طرف توجہ مبذول کروائی جائے جن کا خیال رکھنے سے مشکلات اور مصائب کی سنگینی میں کمی واقع ہونے کے امکانات ہوتے ہیں۔ ان چیزوں میں کچھ قابل توجہ امور ہیں اور کچھ کرنے کے کام ہیں۔

(1) سب سے پہلے تو ہمیں اللہ رب العزت کی طرف رجوع کرنے اور اجتماعی طور پر توبہ واستغفار کرنے کی ضرورت ہے۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ سیلاب، زلزلوں اور قدرتی آفات کے بعد ایک بحث چل نکلتی ہے کہ یہ اللہ کا عذاب ہے یا آزمائش؟ اگر عذاب ہے تو فلاں جگہ کیوں نہیں آیا اور فلاں جگہ کیوں آیا؟ اس لیے اس بارے میں ایک اصول ذہن نشین کر لیجیے کہ اگر خدانخواستہ کبھی بھی ایسے کسی حادثے سے دوچار ہونا پڑے تو انفرادی اور اجتماعی سطح پر اپنے اعمال، رویوں اور معاملات کا جائزہ لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر اس جائزے اور احتساب کے نتیجے میں ہمارے سامنے یہ بات آئے کہ اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے ہمارے اعمال وکردار اور مجموعی روش اللہ رب العزت کے احکامات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ کے مطابق ہے تو ہمیں اس پر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں شکر ادا کرنا چاہیے اور اس کے باوجود اگر سیلاب، زلزلوں، مہنگائی اور بدامنی جیسے مسائل سے دوچار ہونا پڑے تو یہ یقیناً اللہ رب العزت کی طرف سے آزمائش ہوگی اور اگر خدانخواستہ ہمارے انفرادی یا اجتماعی اعمال قابلِ اصلاح ہیں، ان پر نظرثانی کی ضرورت ہے تو پھر ہمیں فکرمند ہونا چاہیے۔ اسی بات کو بعض اہل علم نے ایک اور انداز سے بھی بیان کیا کہ آزمائش اور عذاب کا تعین اس مصیبت کے آنے کے بعد کے انسانی طرزِعمل سے کیا جاسکتا ہے۔ اگر اس کے بعد انسان رجوع الی اللہ کا پہلے سے زیادہ اہتمام کرنے لگا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ آزمائش اس کے لیے اللہ رب العزت کی طرف سے باعث رحمت تھی اور اگر اس تکلیف کے پہنچنے کے بعد اس کے رویے میں بغاوت اور غفلت بڑھ جاتی ہے تو یہ اس بات کی نشانی ہوگی کہ وہ مصیبت اس کے لیے ایک عذاب کی حیثیت رکھتی ہے۔

(2) شریعت نے ہمیں احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کا حکم دیا، کسی حادثے کے آنے سے قبل اس کی فکر اور تیاری کرنے کا درس دیا گیا، حسن تدبیر اور سلیقہ مندی کی حوصلہ افزائی کی گئی لیکن ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم مجموعی طور پر غفلت کے مرتکب ہوتے ہیں، اسباب ووسائل کو بے دریغ لٹاتے ہیں لیکن سلیقہ مندی اور حکمت وتدبر سے کوئی علاقہ نہیں رکھتے۔ اس معاملے میں ہمارے حکمرانوں کا رویہ سب سے زیادہ افسوسناک ہے۔ ہمارے ہاں کتنے عرصے سے سیلاب آرہے ہیں، وقت سے پہلے وارننگ دے دی جاتی ہے لیکن اس کے باوجود اس کے لیے خاطر خواہ انتظامات نہیں کیے جاتے۔ عوام الناس کے جان ومال کے تحفظ کی فکر نہیں ہوتی۔ جب کوئی آفت سر چڑھ جاتی ہے تو پھر تصویری سیشن کرنے کے لیے حکمران بعض نمائشی اقدامات کرتے ہیں۔ وقتی بھاگ دوڑ نظر آتی ہے لیکن نہ کسی کے نقصان کی تلافی ہوتی ہے، نہ کسی کے زخموں پر مرہم رکھا جاتا ہے اور نہ آئندہ کے لیے سنجیدگی کے ساتھ کوئی پیش بندی ہی ہوتی ہے۔ اس لیے ضرورت اس اَمر کی ہے کہ اس قسم کی صورتحال سے نمٹنے کے لیے کوئی ٹھوس حکمت عملی وضع کی جائے۔

(3) سیلاب کے حوالے سے تیسرا قابل غور معاملہ انڈیا کا طرزعمل ہے۔ انڈیا کی طرف سے دریاؤں پر جس طرح ڈیم بنائے گئے اور ہمارا پانی چوری کیا گیا، ہماری سرزمین کو بنجر بنانے کی کوشش کی گئی اور پھر جس طرح اچانک اس پانی کو چھوڑ کر آبی دہشت گردی کا ارتکاب کیا جاتا ہے اس پر عالمی سطح پر بھرپور آواز بلند کرنے کی ضرورت ہے۔ انڈیا کی طرف سے بے وقت چھوڑے جانے والے پانی کے ریلے کی وجہ سے جو تباہی آتی ہے وہ تو ہم سب کو نظر آتی ہے اور اسے کسی درجے میں زیر بحث بھی لایا جاتا ہے، وقتی طور پر خوب لے دے ہوتی ہے لیکن انڈیا کی طرف سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہمارے پانی پر جو ڈاکہ ڈالا گیا، ہماری زمینیں پیاسی کر دی گئیں اور پھر جس طرح سیلاب کی تلوار مستقل طور پر ہمارے سروں پر لٹکا دی گئی اس معاملے پر ہم جس قدر سنجیدگی، منصوبہ بندی اور تسلسل کے ساتھ عالمی فورم پر اپنا مقدمہ لڑیں گے اتنے ہی اس کے مثبت اثرات مرتب ہوں گے ورنہ بصورتِ دیگر اس کا خمیازہ صرف ہمیں ہی نہیں بلکہ ہماری آنے والی نسلوں کو بھی بھگتنا پڑے گا۔

(4) سیلاب آجانے کے بعد عوام الناس اور خاص طور پر مذہبی، سیاسی اور رفاہی وفلاحی تنظیموں کے رضا کاروں اور کارکنان کے ذمہ لازم ہے کہ وہ آزمائش کی اس گھڑی میں انصار مدینہ کی یادیں تازہ کردیں۔ ایثار وہمدردی جو اہل ایمان کی میراث ہے اس کے جذبوں کو ایک مرتبہ پھر زندہ کر کے اپنے جان ومال اور کردار وعمل سے اپنے متاثرہ بھائیوں کی ہرممکن مدد کریں۔ اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے پاکستان بھر کی رفاہی وفلاحی اور دینی تنظیموں اور مساجد کے ائمہ وخطباء اور مدارس

دینیہ کے طلباء نے اپنی تابندہ رویات کے مطابق اس کارِ خیر کا آغاز کر دیا ہے لیکن اسے مزید منظم کرنے کی ضرورت ہے۔اس حوالے سے اکثر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ ایسے مقامات جہاں کیمرے کی آنکھ میں آنے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں رفاہی وفلاحی اداروں کا سارا زور بھی ایسی جگہوں پر ہوتا ہے جبکہ ایسے علاقے جہاں لوگ زیادہ آزمائش میں ہوتے ہیں اور زیادہ مشکلات سے دوچار ہوتے ہیں ان کی سرے سے فکر ہی نہیں کی جاتی ۔اس لیے رفاہی وفلاحی اداروں کو صلہ وستائش سے بالاتر ہوکر اور کیمروں کی چکاچوند سے خود کو بچا کر خالصتاً انسانی بنیادوں پر خدمتِ خلق کا فریضہ سرانجام دینا چاہیے۔

(5) جب بھی سیلاب آتا ہے تو ہر کوئی مرکزی اور صوبائی حکومتوں کی طرف دیکھتا ہے۔علاقائی ذمہ داران مرکزی قائدین سے توقعات قائم کر بیٹھتے ہیں۔ بالکل بجا کہ وفاقی اور صوبائی حکومتوں نے پالیسی دینی ہے اور اصل کام بھی انہی کا ہے۔لاریب اِن قائدین اور اکابر پر بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، لیکن اصل میں تو نچلی سطح پر کام کرنے اور فکرمندی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ مرکزی اور صوبائی حکومتوں سے زیادہ ضلعی اور علاقائی انتظامیہ اور اس کے ذمہ داران ،افسران اور کارکنان کا فرض بنتا ہے کہ وہ صرف نوکری نہ کریں بلکہ مشکل کی اس گھڑی میں اپنے دکھی بہن بھائیوں کی مدد اور خدمت کو ایک دینی فریضہ سمجھتے ہوئے اس میں جت جائیں۔ اسی طرح ہر ایک مسجد ومدرسہ کی انتظامیہ، نمازی حضرات اور مدارس دینیہ کے اساتذہ وطلبہ خصوصاً جواں سال فضلاء کرام اس کٹھن مرحلے پر اپنی خدمات پیش کریں اور یاد رکھیں کہ دکھی انسانیت کی خدمت عین عبادت اور اللہ رب العزت کی رضا کے حصول کا ذریعہ ہے۔

آخر میں اللہ رب العزت کے حضور دعا ہے کہ ہماری قوم کو آزمائش کی اس گھڑی میں سرخرو فرما کر اس مشکل سے نجات عطا فرمائیں اور ہم سب کو ایثار اور جذبہ اخوت کے ساتھ خدمت خلق کا اہتمام کرنے کی توفیق بخشیں اور سیلاب میں جاں بحق ہونے والوں کی مغفرت فرمائیں اور جن کا جو نقصان ہوا اللہ تعالیٰ انہیں اپنے خزانوں سے اس کا نعم البدل عطا فرمائیں۔آمین

☆☆☆

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ

''مسجد جامع القرآن گلشن سحر قاسم آباد حیدرآباد'' میں

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

19تا25/اکتوبر2014ء

(بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔رفقاء اِن موضوعات پر دستیاب مواد کا مطالعہ کرکے تشریف لائیں:

☆جہاد فی سبیل اللہ ☆عبادتِ رب ☆شہادت علی الناس

☆اقامت دین ☆اسلام کا انقلابی منشور

زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ:0333-2717617/022-2106187

المعلن : مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت :(042)36316638-36366638

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ

''3/B پروفیسرز ہاؤسنگ سوسائٹی، شکارپور روڈ، سکھر'' میں

امراء و نقباء تربیتی و مشاورتی اجتماع

10تا12/اکتوبر2014ء

(بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

کا انعقاد ہو رہا ہے۔زیادہ سے زیادہ امراء ونقباء اس میں شامل ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ:0333-7146816/071-5807281

المعلن : مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت :(042)36316638-36366638

مقامی تنظیم سکھر کا رمضان المبارک پروگرام بذریعہ ملٹی میڈیا

چند ماہ سے شہر سکھر کے اہم مقامات پر بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے دروس ملٹی میڈیا کے ذریعے تسلسل کے ساتھ جاری ہیں۔ اس بار مقامی تنظیم نے رمضان المبارک کے دوران سکھر میں ملٹی میڈیا کے ذریعہ شہر کے مختلف علاقوں میں پروگرام کیے۔ جس سے الحمدللہ تنظیم کا تعارف وسیع حلقے تک پہنچا۔ لوگوں نے اس پروگرام کو بہت پسند کیا۔ اس پروگرام کے ذریعہ بانی محترم کے دورۂ ترجمہ سے استفادہ کیا گیا۔ اس دوران سورۃ الحدید، سورۃ التحریم، سورۃ المنافقون اور سورۃ التغابن کی ویڈیو چلائی گئی۔ پروگرام کو شہر کے مختلف چوراہوں، پارکوں اور محلوں میں کیا گیا جو کہ ہر علاقہ میں تین سے پانچ بجے تک جاری رکھا گیا۔ اللہ کے فضل سے عوام الناس کا رسپانس اچھا رہا۔ اس کے علاوہ بانی محترم کے مختلف پروگراموں کی وڈیو کلپس بھی دکھائے گئے۔ یہ پروگرام بلا ناغہ یکم رمضان سے 27 رمضان المبارک تک کیا گیا۔ پروگرام کے انعقاد کے لئے حلقہ کی گاڑی پورا ماہ وقف رہی۔ امیر مقامی پروگرام کے لئے تنظیم سید عرفان طارق ہاشمی اور رفقاء نے بھرپور محنت کی۔ اللہ تعالیٰ انہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔ (رپورٹ: مصدق ثانی سومرو)

حلقہ خواتین لاہور کا ششماہی تربیتی اجتماع

تنظیم اسلامی حلقہ لاہور برائے خواتین کا ششماہی تربیتی اجتماع گزشتہ دنوں صبح ساڑھے 9 بجے سے دوپہر 2 بجے تک قرآن کالج اتاترک بلاک گارڈن ٹاؤن میں ہوا۔ پروگرام کا آغاز تلاوت کلام سے کیا گیا۔ رفیقہ محترمہ بنت اسد نے سورۃ البقرۃ کے 23ویں رکوع کی جو رمضان کے متعلق ہے، تلاوت کی۔ اس کے بعد نائب ناظمہ حلقہ خواتین امۃ المعطی صاحبہ نے اس رکوع کا ترجمہ پیش کیا۔ تلاوت وترجمہ قرآن کے بعد بنت مجیب الرحمٰن نے نبی اکرم ﷺ کے مکی دور کا ایک واقعہ منظوم پیرائے میں پیش کیا۔ اب دروس و بیانات کا سلسلہ شروع ہوا۔ پہلا درس رمضان کے حوالے سے تھا۔ درس کی ذمہ داری ام شرجیل نے ادا کی۔ ان کا موضوع تھا ''رمضان المبارک کی فضیلت: احادیث کی روشنی میں''۔ انہوں نے بتایا کہ پیارے نبی ﷺ رمضان سے دو ماہ پہلے اللہ سے دعا کرتے تھے کہ ''اے اللہ! ہمارے لئے رجب اور شعبان میں برکت رکھ دے اور ہمیں رمضان تک پہنچا دے۔'' انہوں نے واضح کیا کہ اللہ نے رمضان کا تعارف قرآن کے حوالے سے کرایا ہے کہ ''رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا۔'' پھر حکم دیا کہ جو اس مہینے کو پائے اس کو چاہیے کہ پورے مہینے کے روزے رکھے''۔ انہوں نے حدیث کی روشنی میں بتایا کہ اللہ رمضان میں شیاطین کو قید کر دیتا ہے۔ البتہ نفس اڑنگا لگاتا رہتا ہے۔ رشوت لینے والا روزہ رکھ کر رشوت لیتا ہے۔ جھوٹ بولنے والا روزہ رکھ کر جھوٹ بولتا ہے۔ غیبت روزہ رکھ کر بھی کی جاتی ہے۔ ہمیں اپنے نفس کو ان تمام برائیوں سے بچانا ہے۔ خواتین روزہ رکھ کر بازاروں میں بے پردہ پھرتی ہیں۔ انہوں نے حدیث کی روشنی میں آخری عشرے کی عبادات بالخصوص اعتکاف کی اہمیت بیان کی۔ حدیث کے مطابق جو شخص اللہ کی رضا کے لئے ایک گھڑی کا اعتکاف کرتا ہے اللہ اس کے اور اس کے گناہوں کے درمیان زمین و آسمان جتنا فاصلہ کر دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ رمضان کی مبارک راتوں میں دورۂ قرآن سنت ہے۔ جبرائیل امین رمضان میں آپؐ کے ساتھ قرآن کا دورہ کرتے تھے۔ امام مالک کی قرآن سے محبت کا یہ عالم تھا کہ فرماتے تھے کہ ''یہ قرآن کا مہینہ ہے، اس میں قرآن کے علاوہ کوئی اور بات نہیں ہوگی''۔ انہوں نے رفیقات سے کہا کہ افطار کے قیمتی لمحات کو صرف کھانے پکانے کی نذر نہ کریں، بلکہ کثرت سے دُعا کریں، کہ یہ قبولیت دعا کا وقت ہے۔ اس وقت کی دعائیں اللہ رد نہیں کرتا۔ رمضان کے بہترین اوقات ٹیلی ویژن دیکھنے، بازاروں میں خریداری کرنے اور گھر کی صفائی میں نہ لگائیں بلکہ ان میں اپنے نفس کا تزکیہ کریں۔ رات کو اٹھ کر دو نفل پڑھنا قبر میں روشنی کا باعث ہے۔ گناہوں سے ہر ممکن بچنے کی کوشش کریں۔ اپنی زبان، آنکھ اور کان کے روزے کی بھی حفاظت کریں۔ ان کی حفاظت ہوگی تب ہی ہمارا روزہ روزہ ہو گا۔ ام شرجیل صاحبہ کے بعد امۃ المعطی صاحبہ نے خواتین کو ان کی ذمہ داریوں سے آگاہ کرنے کے لئے ایک نظم ''آزادیٔ نسواں: اے دختر اسلام'' سنائی۔ پھر زوجہ عبدالخالق صاحبہ کو دعوت دی گئی۔ انہوں نے نظم جماعت کی اہمیت اور معنی ومفہوم کو سورۃ التوبہ اور سورۃ النور کی روشنی میں بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ مسلمان کا نظام حیات صرف اور صرف اسلام ہے۔ اللہ نے ہمیں دین پر عمل کرنے کے لئے تنظیم اسلامی کی صورت میں ایک پلیٹ فارم دیا۔ ہمیں چاہیے کہ اس اجتماعیت کو دین پر چلنے اور اُس کو غالب کرنے کا ذریعہ بنائیں۔ ہمارے لئے آئیڈیل خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزھرۃ رضی اللہ عنہا ہیں۔ جنہوں نے گھر داری، شوہر کے حقوق کی ادائی اور بچوں کی تربیت، تینوں حوالوں سے ہمارے لئے اعلیٰ مثال قائم کی۔ انہوں نے مزید کہا کہ تنظیمی کاموں میں نظم، نصاب اور اجتماع اسرہ کا پورا خیال رکھیں اور انہیں وقت دیں۔ انہوں نے کہا کہ رفیقات اپنے اندر تحمل، اور خوش اخلاقی اور تنظیمی معاملات میں دلچسپی کو پروان چڑھائیں۔ دوسروں کے لئے نمونہ بنیں۔ گھر میں بھی ان صفات کو اپنائیں۔ ہمارا اصل ہدف اللہ کی رضا ہونی چاہیے۔

حلقہ خواتین نے مسز اسعد اور مردوں کے تعاون سے بچوں کا نصاب ترتیب دیا ہے۔ عظمیٰ صاحبہ کو دعوت دی گئی کہ وہ رفیقات کو نصاب سے متعارف کروائیں۔ انہوں نے ابن جوزی کے قول سے اپنی گفتگو کا آغاز کیا کہ ''دو مقامات پر دل کا جائزہ لو: دین کی مجلس میں اور تنہائی میں۔ اگر اِن مواقع پر دل نہ لگے تو اللہ سے قلب سلیم کی دعا کرو۔'' ان کی گفتگو دو حصوں پر مشتمل تھی۔ ایک، عورت: خاندان کی دینی سرحدوں کی محافظ اور دوسرا، ہمیں اس نصاب کی ضرورت کیوں پڑی؟ انہوں نے پہلے حصے پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ایک محافظ ہر وقت الرٹ رہتا ہے۔ وہ صاحب فراست بھی ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آدمی دینی سرحدوں کا محافظ کسی یونیورسٹی کی ڈگری سے نہیں دولت ایمان سے بنتا ہے۔ اگر آپ کے اندر ایمان حقیقی ہوگا تب ہی آپ کے لئے بچوں کی صحیح تربیت ممکن ہوگی، اور

دفتر حلقہ پنجاب شرقی کا اعتذار

دفتر حلقہ پنجاب شرقی کی جانب سے ندائے خلافت کے شمارہ نمبر 36 میں حافظ محمد مظہر (ملتزم رفیق ہارون آباد شرقی و امام مسجد جامع القرآن مرکز تنظیم اسلامی) کی والدہ محترمہ کی وفات کی خبر شائع ہوئی۔ یہ اطلاع دفتر حلقہ پنجاب شرقی کی جانب سے غلطی سے ادارہ ندائے خلافت کو ارسال کر دی گئی تھی۔ حافظ محمد مظہر صاحب کی والدہ محترمہ بقید حیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں عمر دراز عطا فرمائے۔ اصل میں یہ مظہر حسین صاحب (مقامی تنظیم ہارون آباد غربی اُسرہ ضیاء شہید کالونی کے نقیب) کی والدہ محترمہ کی وفات کی اطلاع تھی، جو محض ناموں کی مشابہت اور ہماری کوتاہی کے سبب حافظ محمد مظہر کی والدہ کی طرف منسوب ہوگئی۔ ہم اِس سہو پر حافظ محمد مظہر صاحب سے فون پر بھی معذرت کر چکے ہیں اور اب دوبارہ ندائے خلافت کے ذریعے بھی معافی کے طالب ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ اُن کی والدہ محترمہ کو صحت وتندرستی عطا فرمائے، اور مظہر حسین صاحب کی والدہ محترمہ کی مغفرت فرمائے، اُن کی خطاؤں اور لغزشوں سے درگزر فرمائے اور ہماری فروگزاشت جس کی وجہ سے حافظ محمد مظہر کو شدید ذہنی اذیت کا سامنا کرنا پڑا، کو معاف فرمائے۔ آمین۔ (منجانب: دفتر حلقہ پنجاب شرقی)

آپ اپنی آنکھیں کھلی رکھیں گی۔ ورنہ غفلت شعاری آپ کے مزاج کا حصہ ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ ہماری بدقسمتی ہے کہ آج اولاد کی بجائے والدین اولاد کے آگے کاندھے جھکا رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے انہیں اللہ کے آگے جھکنا نہیں سکھایا۔ ان کا مطلوب ومقصود اور محبوب صرف اور صرف خواہش نفس، بڑے بڑے گھر اور بیرون ملک ملازمتیں اور رہائشیں بن گیا ہے۔ آج جن یونیورسٹیوں میں ہمارے بچے میڈیکل کی تعلیم کے لئے جاتے ہیں، وہ فحاشی وعریانی کی آماجگاہ ہیں، وہاں سے تعلیم پانے والے بچوں کی سوچ یہ ہوتی ہے کہ جس طرح ہمارے ماں باپ ہم پر اپنا روپیہ پیسہ لٹا رہے ہیں، کل ہم مریضوں کی اس طرح کھال کھینچیں گے۔ حضرت حذیفہ بن یمان کہتے ہیں کہ لوگ نبی ﷺ سے خیر کا سوال کرتے تھے اور میں شر کے بارے ڈرتا تھا کہ کہیں وہ مجھ تک نہ پہنچ جائے۔ مقررہ نے دفع ضرر اور فتنوں سے بچاؤ کا نسخہ یہ بتایا کہ بچوں کو کم از کم 5 سال کی عمر سے پہلے سکول نہ بھیجیں اور دوسرا فتنوں کے دور میں کسی دینی جماعت سے جڑ جائیں۔

گفتگو کے دوسرے حصہ "اس نصاب کی ہمیں ضرورت کیوں پڑی" کے حوالے سے انہوں نے کہا کہ مسلم ہندوستان پر جب دشمن انگریز قابض ہوا تو اُس نے سب سے پہلے ہمارے نظام تعلیم اور نظام حیات کو تنقیدی نگاہ ڈالی اور دو نکات پیش کئے (1) ان کی ریڑھ کی ہڈی خلافت پر وار کرو (2) روایتی نظام تعلیم ختم کر کے اپنا نظام تعلیم رائج کر دو، تاکہ وہ رنگ ونسل کے اعتبار سے ہندوستانی ہوں لیکن فکر کے لحاظ سے گورے ہوں۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ آج تک ہم انگریز کے چھوڑے ہوئے نظام تعلیم کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ہم ہر نماز میں اللہ سے سیدھے راستے پر چلانے اور مغضوب یہود اور ضالین نصاریٰ کے راستے سے بچاؤ کی دُعا مانگتے ہیں، مگر افسوس کہ ہم اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے انہی کے افکار اور نظریات سے رہنمائی لیتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے بچوں کا جو نصاب ترتیب دیا ہے اس کو گرمیوں کی چھٹیوں میں ٹائم اور منصوبہ بندی کے ساتھ شروع کر دیا جائے۔ ان شاء اللہ اس کے بہتر اثرات ونتائج سامنے آئیں گے۔

اس کے بعد امیر محترم نے رفیقات سے خطاب فرمایا۔ انہوں نے سورۃ التحریم کی روشنی میں خواتین کو اُن کی تربیتی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا۔ انہوں نے مزید کہا کہ دین کا کام اس طرح کریں جیسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بتایا ہے۔ "الاقرب فالاقرب" کے اصول کا تقاضا ہے کہ سب سے پہلے اپنے نفس کو نیکی کی طرف راغب کیا جائے۔ پھر بچوں، پھر محرم رشتہ دار اور اس کے بعد دوسری خواتین میں تبلیغ دین کا کام کیا جائے۔ انہوں نے رفیقات کو تاکید کی کہ وہ ٹیلی ویژن اور کیبل کے اثرات سے خود کو اور اپنے بچوں کو بچائیں۔ اپنے اخلاق کو مضبوط کریں۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ 50 سال پہلے خواتین کے دینی احساس کا یہ عالم تھا کہ ماں بچے کو دودھ پلا رہی ہوتی تھی اور ساتھ ہی ساتھ زبان پر ذکر بھی جاری رہتا تھا۔ ایسے ہی بچوں میں دینی روح پیدا ہوتی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ مسنون آداب زندگی اپنائیں۔

اس کے بعد امیر حلقہ لاہور محمد جہانگیر کا پیغام ان کی اہلیہ نے پڑھ کر سنایا۔ انہوں اپنے پیغام میں رفیقات کو انفاق سبیل اللہ کی طرف رغبت دلائی۔

آخر میں ناظمہ حلقہ خواتین (اہلیہ محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ) نے سورۃ الحشر، سورۃ یونس اور سورۃ الرحمٰن کی آیات کی روشنی میں رفیقات کو بہت ایمان افروز نصیحتیں کیں۔ انہوں نے کہا کہ چوٹی کی تعلیم قرآن ہے، چوٹی کی تخلیق انسان ہے اور چوٹی کی پڑھائی اللہ کا ذکر ہے۔ اپنے آپ کو اور بچوں کو دجالی فتنہ اور مخلوط تعلیم سے بچائیں۔ اپنے اندر ایمان حقیقی پیدا کریں۔ اپنی صلاحیتوں کو اللہ کے راستے پر لگائیں۔ اللہ فرماتا ہے کہ جن لوگوں نے ہمارے لئے کوشش کی ہم ان کو ضرور اپنے رستے دکھا دیں گے۔ اور اللہ تو نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔" قرآن میں اللہ نے ہمیں ہر طریقے سے سمجھا دیا ہے، لیکن افسوس کہ ہم پھر بھی غفلت میں پڑے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا سب سے پہلا کام اصلاح ذات ہے۔ لہٰذا تقویٰ اختیار کریں۔ اللہ کی نافرمانی کے کام ہوتے دیکھیں تو اس پر خاموش نہ رہیں بلکہ غیرت حق کا مظاہرہ کریں، اور لوگوں کو منکرات سے روکیں۔ حق گوئی بگڑے ہوئے ماحول میں بہت بڑی نیکی ہے، جو دلیری، جرأت اور ہمت کا تقاضا کرتی ہے۔ اس کے بعد امۃ المعطی صاحبہ نے ایک نصیحت آموز نظم سنائی۔ ناظمہ حلقہ خواتین کی دعا پر اجتماع کا اختتام ہوا۔ اس کے بعد رفیقات میں کھانا تقسیم کیا گیا۔ اور انہوں نے بچوں کا نصاب خریدا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری محنتوں کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔ (آمین) (رپورٹ: بنت محمد نذیر)

☆☆☆

ضرورت رشتہ

☆ بٹ فیملی کی 23 سالہ بچی، تعلیم بی کام (آئی ٹی)، صوم وصلوٰۃ کی پابند، باپردہ، خوبصورت، شریف خاندان، قد "5.6 سعودی عرب (جدہ) میں رہائش پذیر کے لئے سعودی عرب میں مقیم تعلیم یافتہ اور برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0300-0302022

☆ رفیق تنظیم اسلامی کو اپنے بیٹے، عمر 17 سال تعلیم ایف اے (جاری) کے لئے دینی مزاج کی حامل پڑھی لکھی خوبصورت، خوب سیرت لڑکی کا رشتہ درکار ہے، لڑکی درس قرآن دینا جانتی ہو۔ تنظیم سے تعلق قابل ترجیح ہوگا۔

برائے رابطہ: 0302-8680763

دعائے صحت کی اپیل

☆ تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شرقی کی مقامی تنظیم پتوکی کے رفیق ثناء اللہ کینسر میں مبتلا ہیں۔

☆ تنظیم اسلامی مروٹ کے رفیق حافظ محمد شہزاد طاہر کافی عرصہ سے علیل ہیں۔

اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین ندائے خلافت سے ان کے لئے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ تنظیم اسلامی گڑھی شاہو کے بزرگ رفیق ہومیو ڈاکٹر میاں غلام سرور وفات پا گئے۔

☆ تنظیم اسلامی بہاولپور کے ملتزم رفیق جناب محمد اکرم کے سسر وفات پا گئے۔

☆ مقامی تنظیم ہارون آباد غربی کے رفیق غلام محمد (سردارے والا چک) کی والدہ محترمہ وفات پا گئیں

☆ حلقہ کراچی شمالی کے رفیق اسامہ حسن صدیقی کے والد محترم رحلت فرما گئے

☆ مقامی تنظیم چشتیاں کے رفیق چودھری محمد صادق ایڈووکیٹ ناظم بیت المال کے بہنوئی وفات پا گئے (انا للہ وانا الیہ راجعون)

☆ ماہنامہ میثاق وہفت روزہ ندائے خلافت کے قلمی معاون، ممتاز ماہر تعلیم، کالم نگار، جماعت اسلامی کے بزرگ رُکن عتیق الرحمٰن صدیقی صاحب گزشتہ دنوں انتقال کر گئے۔

اللہ رب العزت مرحومین کی خطاؤں اور لغزشوں سے درگزر فرمائے۔ اور ان کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے۔ (آمین) قارئین ندائے خلافت سے بھی مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

Former Taliban Captive to the 'New Leader of Muslim Iraq and Syria': 'Release him and Take Me'

Synopsis of the Original article written By Yvonne Ridley

In one her recently published articles entitled, *'Former Taliban Captive to Baghdadi: 'Release him and Take Me'*, Yvonne Ridley has made an informed and strikingly correct analysis regarding the compassionate behavior and attitude of Afghan Taliban towards Western captives and compared it with the outright ruthless and uncompassionate one being followed by certain newly formed Jihadi and Khilafah-longing Organizations.

For those of us who have forgotten her, Ridley worked for the Sunday Express newspaper when she was sent to Pakistan to cover the impending war in neighboring Afghanistan in the wake of 9/11; unable to wait for the start of the invasion (of Afghanistan by NATO post 9/11) she sneaked in to the country (Afghanistan) wearing the all-enveloping blue burqa. After two days of travelling in and around the Jalalabad district she was caught by members of what was described as "the most evil, brutal regime in the world" – The Taliban of Afghanistan. In her view, however, Mullah Mohammed Omar and his band of turban-wearing, bearded Taliban acted in an extremely civilized and modest manner as compared to the more recently formed groups and states that have claimed Khilafah and Jihad in Iraq and Syria.

In her interview after return from the 10-day 'captivity' of Afghan Taliban, she told Western reporters that she was treated with utmost courtesy and respect. Even today, she is of the opinion based on first-had experience that compared to the treatment subsequently meted out to those held in Guantanamo, Bagram and Abu Ghraib she has often reflected: "Thank God I was captured by the most evil, brutal regime in the world and not by the Americans!"

Ridley reports that now it is the more recently formed groups and states that have claimed Khilafah and Jihad in Iraq and Syria who have been putting captives into orange boiler suits and reportedly water-boarding them and carrying out abuse on detainees using methods outlined in the CIA's own handbook of torture. The sheer terror and revulsion invoked by the executions that followed, according to all and sundry, are beyond words, she says.

She is of the widely accepted opinion that George W Bush's ill-conceived War on Terror has made the world a less safe place especially for ordinary British and American citizens who work overseas in the volatile Middle East as aid workers, medics and journalists.

And now Iraq has morphed into a playground of terror for the more recently formed groups and states to play Caliph-Caliph and Jihad-Jihad. These groups and states must have been those who sanctioned the beheading of

two American journalists and then a Scottish aid worker is the next one being lined up for execution, she said. ***(Publisher's Note:** The Scottish aid worker, David Haines, was beheaded a few days after Ridley's article was originally published.)*

Ridley evaluates that the bloody deaths of James Foley and Stephen Sotloff, have enraged the world and given fuel to the Islamaphobes who try and demonize Islam as a violent, aggressive and barbaric religion. Ridley says that the majority of Muslims, including herself, around the world know that this is not the case. Islam is a religion of peace and the behavior of the Islamic State towards its enemies and its captives is at odds with what Islam teaches.

She says that she knows this to be the case because she studied the religion for two years after her own episode of captivity by the Afghan Taliban and subsequently embraced Islam more than 10 years ago.

She is willing to throw out a challenge to the leader of these more recently formed groups and states on the basis of the Qur'an and the Sunnah of the Prophet (SAW) to prove that both sources of elementary Islamic Law do not condone, rather despises atrocities committed even by Muslim leadership against non-combatants, especially those who have had a track record of helping the cause of Muslims throughout their adult life. The most recent Western captive of these more recently formed groups and states, aid worker David Haines, provided invaluable moral and legal support to the plight of Muslims in Bosnia during the Balkan Civil War in the 1990s and has been one the most vocal challengers of the US policy of holding people in Guantanamo bay – two cases in point that would suffice, she says.

In many ways there are parallels between David Haines and the Guantanamo detainees … all are being held without trial or charge for nothing more than being swept up in the War on Terror or a by-product of it.

Ridley thus offers those holding Haines as a captive to release him in exchange for her. This offer of exchange, she says, is being made in the true spirit of Islam – a face of Islam unfortunately obscured all too often by the atrocities being carried out in the name of these recently formed groups and states.

Ridley says that she has been told that the leader of these recently formed groups and states takes every decision motivated by Qur'anic teachings so he should, supposedly as a person of knowledge, be well acquainted with the full meaning of **Surah An-Nisa's verse 85**, which quotes, ***"Whoever intercedes for a good cause will have a reward therefrom; and whoever intercedes for an evil cause will have a burden therefrom. And Allah is (Supreme) over all things, a (Perfect) Keeper."*** She throws the gauntlet and says that it now remains to be seen if that leader who claims ownership of certain lands of Iraq and Syria is man enough to take up her offer and release the aid worker, a good person swept up in a conflict not of his own making.

She concludes by remarking that she eagerly await his response and begs him, in the meantime, to spare the life of David Haines and show the sort of wisdom and compassion that the Afghan Taliban showed her.

Publisher's Note: *The words, phrases and names mentioned by Yvonne Ridley have been altered slightly for the purpose of a meaningful synopsis of the original article. David Haines was slaughtered a few days after the original article appeared.*

اہم اطلاع

ان شاء اللّٰہ

ماہِ نومبر 2014ء سے امیر تنظیم اسلامی **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ

رفقاء کے تحریری سوالات کے جوابات دیا کریں گے

سوال و جواب پر مشتمل یہ

ماہانہ پروگرام

تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ **www.tanzeem.org** پر

امیر سے ملاقات

کے عنوان سے دیکھا جاسکے گا

☆ رفقائے تنظیم پہلے پروگرام کے لیے اپنے سوالات

20 اکتوبر 2014ء تک درج ذیل ذرائع سے بھجوا سکتے ہیں۔

i) بذریعہ ای میل: media@tanzeem.org پر۔

ii) بذریعہ خط: K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور کے پتے پر۔

iii) بذریعہ SMS موبائل نمبر 0312-4024677 پر۔

☆ سوالات اپنے مکمل نام اور مقامی تنظیم وحلقہ کے حوالہ کے ساتھ بھجوائے جائیں

☆ خالصتاً فقہی نوعیت کے سوالات کے جوابات نہیں دیئے جائیں گے

المعلن: مرزا ایوب بیگ (ناظم نشر واشاعت تنظیم اسلامی)

K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 042-35869501-3/042-35856304